لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

النور
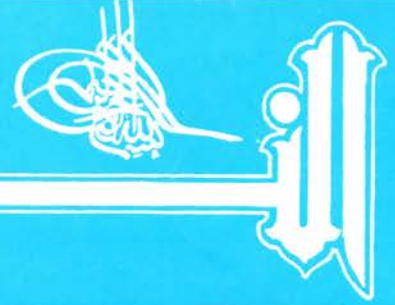
جماعتہائے احمدیہ امریکہ

وفا۔ظہور ۱۳۸۰ ہش

A Section of the Audience during the 53rd Jalsa Salana USA, held during June 22-24, 2001

THE AHMADIYYA GAZETTE IS PUBLISHED BY THE **AHMADIYA MOVEMENT IN ISLAM,** INC., AT THE LOCAL ADDRESS 31 Sycamore St. P. O. Box 226, Chauncey, OH 45719. **PERIODICALS POSTAGE PAID AT CHAUNCEY, OHIO 45719.**

Postmaster: Send address changes to:

THE AHMADIYYA GAZETTE
P. O. Box 226
Chauncey, OH 45719-0226

Sahibzada M. M. Ahmad with the Waqefeen-i-Nau children of the USA Jamaat

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ﴿۲﴾
وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ﴿۳﴾
وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ﴿۴﴾
وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ﴿۵﴾

وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ﴿۶﴾
وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ﴿۷﴾
وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ﴿۸﴾
وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ﴿۹﴾

۱۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، (بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

۲۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔

۳۔ اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔

۴۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔

۵۔ اور جب دس ماہ کی گابھن اُونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔

۶۔ اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔

۷۔ اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔

۸۔ اور جب نُفوس ملا دیئے جائیں گے۔

۹۔ اور جب زندہ درگور کی جانے والی (اپنے بارہ میں) پوچھی جائے گی۔

جولائی۔اگست ۲۰۰۱ء
وفا۔ظہور ۱۳۸۰ ہش

فہرست مضامین

بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ﴿۱۰﴾	۱۰۔ (کہ) آخر کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی ہے؟
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ﴿۱۱﴾	۱۱۔ اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔
وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ﴿۱۲﴾	۱۲۔ اور جب آسمان کی کھال اُدھیڑ دی جائے گی۔
وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ﴿۱۳﴾	۱۳۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔
وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ﴿۱۴﴾	۱۴۔ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی۔

☆ یہ مکی سورت ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی تیس آیات ہیں۔ پچھلی سورتوں میں غلبہ اسلام اور قیامت کا ذکر بار بار آیا ہے۔ غلبہ اسلام دو دفعہ مقدر تھا۔ پہلا غلبہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ پہلے دور کے غلبہ کے بعد مسلمانوں میں روحانی اور مادی تنزل آئے گا اور پھر زمانہ میں عظیم تغیرات رونما ہوں گے اور رسل و رسائل کی جدید ایجادات کے نتیجہ میں دنیا کی ساری اقوام اور ہر فرد بشر تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے سامان میسر ہو جائیں گے اور پھر امام مہدی کے ذریعہ اسلام کا عالمگیر غلبہ ظہور میں آئے گا۔

خاص نشانات کا ظہور

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاٰیَاتُ بَعْدَ الْمِاْئَتَیْنِ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الآیات)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خاص نشانات و علامات کا ظہور دو سو سال بعد ہوگا۔

تشریح: امام حاکم نے یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دی ہے۔ ◘ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو سال بعد خاص نشانات کے ظاہر ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر چونکہ پہلی دو ہجری صدیوں کے بعد ایسے خاص واقعات کے رونما ہونیکا سلسلہ نظر نہیں آتا جسے اس حدیث پر چسپاں کیا جا سکے۔ غالباً اسی لئے حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ بھی امکان ہے کہ اَلْمِئَتَیْن کے لفظ میں "ال" کی تخصیص سے مراد ہزار سال بعد دو سو سال ہوں (گویا بارہ سو سال بعد خاص نشانات کا ظہور ہوگا) اور یہ زمانہ ظہور مسیح و مہدی

اور دجال کا ہے۔ [۲]

حضرت ملا علی قاری کی اس بات کی تائید بعض اور روایات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کی نازک حالت اور بگاڑ کے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''وہ نشان یکے بعد دیگرے اس طرح مسلسل ظاہر ہوں گے جیسے موتیوں کی مالا ٹوٹ جائے تو ایک کے بعد دوسرا موتی گرتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح آخری زمانہ میں نشانات کے ظہور کا ایک سلسلہ ہوگا۔'' [۳] یہ نشانات حیرت انگیز طور پر تیرہویں صدی ہجری میں پورے ہوئے۔

جن میں صلیب کا غلبہ اور مغرب سے علم کے سورج کا طلوع ہونا' تیز رفتار جدید سواریوں کی ایجاد اور اونٹوں وغیرہ کی سواری کا متروک ہو جانا' مسلمانوں کا زوال اور پستی' عالمی جنگیں' کثرت زلازل' قحط' طاعون' دمدار ستارہ اور رمضان میں چاند سورج گرھن کے نشانات شامل ہیں۔

ایک اور حدیث میں مہدی کا زمانہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

جب ایک ہزار دو سو چالیس سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ مہدی کو ظاہر کریگا۔ [۴]

رسول اللہؐ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق پے در پے ان نشانات کے ظہور کا جو یکجائی منظر بارہ سو سال بعد تیرہویں صدی میں نظر آتا ہے اس کا عُشرِ عَشیر بھی آپ کے دو سو سال بعد کے زمانہ میں دکھائی نہیں دیتا۔ ان زبردست واقعاتی شہادتوں اور نشانات کے جلو میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں الہام الٰہی سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مجدد وقت اور مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اس حدیث ''دو سو سال بعد خاص نشانات'' پر توجہ کے نتیجہ میں آپ پر کھولا گیا کہ اس حدیث کا ایک منشا یہ ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعودؑ کا ظہور ہوگا اور کشفی طور پر آپ پر ظاہر کیا گیا کہ آپ کے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد حروف پورے تیرہ سو بنتے ہیں اور اس وقت تمام دنیا میں اس نام کا اور کوئی شخص موجود نہیں اور توجہ دلائی گئی کہ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا جس کی پہلے سے یہی تاریخ نام میں مقرر کر دی گئی تھی۔ [۵]

حوالہ جات

۱۔ مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۲۸ مکتبہ النصر الحدیثیہ ریاض

۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ مکتبہ میمنیہ مصر

۳۔ ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی طول المسخ والخسف

۴۔ النجم الثاقب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۰۹ مطبع احمدی پٹنہ مغلپورہ بحوالہ ابن ابی شیبہ

۵۔ ملخّص از ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۹۰)

اس زمانہ کی سہولتیں ہماری خادم ہیں

اس زمانہ کے عجائبات کا تذکرہ تھا کہ ریل تار ڈاک وغیرہ کس قدر سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں- فرمایا:

اسی واسطے ہم کو الہام ہوا-(-) کیا ہم نے تیرے ہر امر میں سہولت نہیں کر دی- حقیقت میں یہ اشیاء کسی کے لئے ایسی مفید نہیں ہوئیں جیسی کہ ہمارے واسطے ہوئی ہیں- ہمارا مقابلہ دین کا ہے اور ان اشیاء سے جو نفع ہم اٹھاتے ہیں وہ دائمی رہنے والا ہے- لوگ بھی چھاپے خانوں سے فائدے اٹھاتے ہیں لیکن ان کے اغراض دنیوی اور ناپائیدار ہیں- برخلاف اس کے ہمارے معاملات دینی ہیں- اس واسطے یہ چھاپے خانے جو اس زمانے کے عجائبات ہیں دراصل ہمارے ہی خادم ہیں-

(ملفوظات جلد چہارم ص 282)

خدا تعالیٰ نے (دعوت الی اللہ) کے سارے سامان جمع کر دئے ہیں- چنانچہ مطبع کے سامان' کاغذ کی کثرت' ڈاکخانوں' تار' ریل اور دخانی جہازوں کے ذریعہ کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور پھر نت نئی ایجادیں اس جمع کو اور بڑھا رہی ہیں کیونکہ اسباب (دعوت الی اللہ) جمع ہو رہے ہیں- اب فونوگراف سے بھی (دعوت الی اللہ) کا کام لے سکتے ہیں اور اس سے بہت عجیب کام نکلتا ہے- اخباروں اور رسالوں کا اجراء- غرض اس قدر سامان (دعوت الی اللہ) کے جمع ہوئے ہیں کہ اس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں ہم کو نہیں ملتی-

(ملفوظات جلد دوم ص 49)

یہ زمانہ اس قسم کا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے وسائل پیدا کر دیئے ہیں کہ دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور **واذاالنفوس زوجت** کی پیشگوئی پوری ہوگئی- اب سب مذاہب میدان میں نکل آئے ہیں اور یہ ضروری امر ہے کہ ان کا مقابلہ ہو اور ان میں ایک سچا ہوگا اور غالب آئے گا-

(ملفوظات جلد دوم ص 349)

یہ اخبار (الحکم و بدر) ہمارے دو بازو ہیں الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے ہیں اور گواہ بنتے ہیں-

(ملفوظات جلد چہارم ص 292)

اس وقت ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جارہی ہیں اور اعتراضوں کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے- ہمارا فرض ہے کہ اپنی قوتوں کو بےکار نہ کریں اور خدا کے پاک دین اور اس کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنی قلموں کے نیزوں کو تیز کریں-

(ملفوظات جلد اول ص 150)

جماعت احمدیہ کے حق میں

مشرق و مغرب میں تائید الٰہی کی ہوائیں

لاکھوں آدمی مدد کے لئے دوڑے آرہے ہیں

1990ء میں حضور کو دی جانے والی ایک عظیم بشارت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے 12 جنوری 1990ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا

اللہ تعالیٰ نے رات رؤیا میں ایک خوشخبری دی اور وہ خوشخبری میں چاہتا ہوں جماعت کو آج بتا دوں کیونکہ وہ دراصل جماعت کی ہی خوشخبری ہے

"میں نے دیکھا کہ کثرت کے ساتھ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا میں دوسری جگہوں پر بھی لوگوں میں جماعت کی نصرت کی توجہ پیدا ہو رہی ہے اور جس طرح طوفان میں موج در موج لہریں اٹھتی ہیں اس طرح لکھو کھا آدمی جن کا جماعت سے تعلق نہیں ہے وہ جماعت کی امداد کے لئے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ یہ نظارہ مسلسل اسی طرح رؤیا میں دکھائی دے تا رہا اور بعض دفعہ ملکوں کی بھی نشاندہی ہوئی اور اس وقت مجھے تعجب بھی ہوا کہ بظاہر تو ان کے ساتھ ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں مثلاً امریکہ کے مغرب سے بھی جو سان فرانسسکو اور لاس انجلیز وغیرہ کا علاقہ ہے۔ مغربی ساحل۔ کیلیفورنیا سٹیٹ ہے جو زیادہ تر مغرب میں شمالاً جنوباً چلتی ہے۔ اس طرف سے بھی لاکھوں آدمی جماعت کی مدد کے لئے دوڑے آرہے ہیں اور باہر کی دنیا سے بھی مشرق میں بھی یہی نظر آرہا ہے اور پاکستان میں بھی یہ لہریں اُٹھ رہی ہیں۔ اس نظارے کے بعد جو بالعموم ایک تموج کی شکل میں تھا یعنی انسان دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ موج در موج مخلوق خدا جماعت کی مدد کے لئے متوجہ ہو رہی ہے بلکہ ایک دفعہ تو یوں لگا کہ جیسے میں کہوں کہ بس۔ کافی ہو گئی۔ بس کرو۔ اتنی ضرورت نہیں لیکن لہریں پھر اُٹھتی ہوئی دوبارہ ساحل سے ٹکرا کر جس طرح چھلک کر باہر آ پڑتی ہیں۔ اس طرح میں نے ان کو دیکھا تو بیک وقت یہ احساس ہونے کے باوجود کہ یہ انسانی مدد ہے۔ نظارہ موجوں کا سا رہا۔"

جب رؤیا سے آنکھ کھلی تو اس وقت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ الہام تعبیر کے طور پر میری زبان پہ جاری تھا کہ......... تیری نصرت خدا کے ایسے مردمیدان بندے کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ خود وحی کے ذریعے اس بات پر آمادہ فرمائے گا تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس نئی صدی کے پہلے سال میں اس رویا کا دکھایا جانا محض کسی عارضی مفاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ آئندہ زمانے میں جماعت کی نصرت کا خیال قوموں میں۔ لہر در لہر۔ موج در موج اُٹھے گا اور مختلف ملکوں میں خدا تعالیٰ غیروں کے دل میں بھی جماعت کی تائید میں اٹھ کھڑے ہونے کے لئے ایک حرکت پیدا کرے گا۔ ایک توجہ پیدا فرمائے گا۔ اور کثرت کے ساتھ .... جماعت کو ایسے انصار ملیں گے جو جماعت سے نہ بھی تعلق رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی وحی کے تابع یعنی وحی بعض دفعہ خفی بھی ہوتی ہے ضروری نہیں کہ الہام کی شکل میں لفظوں میں وہ ظاہر ہو مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے چلنے والی تحریکات کی روشنی میں ان کے دل مدد کے لئے متوجہ ہوں گے۔

(الفضل 15 فروری 90ء)

مختلف آیات قرآنیہ کے حوالہ سے جن میں صفت رحیم کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ اور ان آیات میں مذکور اہم مضامین اور مسائل کی پر معارف تشریحات

حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں خط لکھنے والوں کے لئے اہم تاکیدی نصائح

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۸؍جون ۲۰۰۱ء بمطابق ۸؍احسان ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ. ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ . اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً. وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾(الشعراء: ۱۲۰ تا ۱۲۳)

پس ہم نے اسے اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے ایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی۔ حضرت نوح کی کشتی مراد ہے۔ پھر ہم نے بعد میں باقی رہنے والوں کو غرق کر دیا۔ یقیناً اس میں ایک بڑا نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور یقیناً تیرا ربّ ہی ہے جو کامل غلبہ والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت نوحؑ کی کشتی کا ذکر تو آپ بارہا سن چکے ہیں اس کے غرق ہونے میں ایک ایسا نشان تھا جو باقی رہنے والا ہے اور حضرت نوحؑ کی کشتی کی تلاش آج تک بھی جاری ہے کیونکہ بعض علامتیں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کشتی محفوظ رہی ہے اور آئندہ کے لئے نشان بننے والی تھی۔ بہرحال اس کشتی کی تلاش تو اپنی جگہ جاری رہے گی یہاں اتنا ذکر قرآن فرما رہا ہے کہ نوحؑ کے انکار کرنے والے اکثر مومن نہیں تھے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اور ان کو غرق کر دینے سے اللہ کی شان عزیزیت ظاہر ہوتی ہے۔ بہت غالب ہے بہت بڑے غلبہ والا ہے لیکن بار بار رحم بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ نوح کی قوم میں سے جو بچ گئے ان پر رحم فرمایا گیا اور ان سے آئندہ نسلیں چلیں۔

دوسری آیات سورۃ الشعراء ۱۹۰ تا ۱۹۲ ہیں۔ ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ انہوں نے اس کو جھٹلا دیا تو ان کو ایک سایہ دار عذاب نے آپکڑا جس نے دیر تک سایہ کئے رکھا۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ یہ ایک بہت بڑے دن کا عذاب تھا۔ ﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اس میں بھی ایک بہت بڑا نشان ہے ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان میں سے بھی اکثر مومن نہیں تھے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اب یہاں بھی ﴿رَبَّكَ﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت چلی گئی ہے کہ تیرا رب بہت غلبہ والا اور عزت والا ہے اور وہی ہے جو بار بار رحم بھی فرماتا ہے۔ باوجود اس کے کہ غالب عذاب نے ان کو سایہ کی طرح ڈھانپ لیا تھا، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ان کو جنہوں نے توبہ کی توفیق پائی نجات بخشی اور اپنے بار بار رحم کرنے کا ثبوت عطا فرمایا۔

سورۃ الشعراء کی آیات نمبر ۲۱۵ تا ۲۲۰ ہیں ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ اور اپنے قریب کے خاندان کو ڈرا۔ ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ لیکن ان میں سے بھی جو مومن ہیں ان کے لئے اپنی رحمت کا پر بھی جھکا دے ﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ پس اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ مَیں اس سے جو تم کرتے ہو بری الذمہ ہوں ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ﴾ اور اللہ پر توکل رکھ جو بہت عزت والا اور دائمی غلبہ والا ہے اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾ وہ جو تجھے دیکھتا ہے جب تُو کھڑا ہوتا ہے ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ﴾ اور سجدہ میں تیرا خدا کے حضور الٹ پلٹ ہونا بھی خدا کی نگاہ میں رہتا ہے۔ تیری بے قراری کو سجدوں میں دیکھتا ہے۔ تقلّب سے مراد یہاں بے قراری ہے۔ (سورۃ الشعراء نمبر ۲۱۵ تا ۲۲۰)۔ اس میں بھی کامل غلبہ کا اور بار بار رحم فرمانے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور توکل کر اس پر جو تجھے دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ پر توکل کی تلقین فرمائی جا رہی ہے جو سجدوں میں رسول اللہ ﷺ کی بیقراری پر نظر رکھتا تھا۔

اس بارہ میں ایک حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں جب آیت کریمہ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو آپؐ نے قریش کو جمع کیا۔ پھر بعض کو نام لے کر خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: اے قریش! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں اللہ کے حضور تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے بنی قُصیٰ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے بنی عبد المطلب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ کیونکہ مَیں تمہارے لئے کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں بار بار جو دوہرایا گیا ہے میں کسی فائدہ یا نقصان کی طاقت نہیں رکھتا اس سے مراد یہ ہے کہ میرا اللہ ہی ہے جو میری خاطر تمہیں ہدایت بھی دے سکتا ہے اور تمہیں اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔ یہ میری طاقت نہیں بلکہ میرے ربّ کی طاقت ہے۔ اس آیت کریمہ میں عزیز رحیم پر توکل کرنے کا ارشاد ہے کہ تیرا رب بہت ہی غالب، عزت والا، دائمی غلبہ والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی ہی میں آپ کے خاندان کے اکثر لوگ نجات پا گئے اور ان پر بار بار رحم فرمایا گیا اور بہت کم بد قسمت ایسے تھے جن کی قسمت میں ہلاکت لکھی گئی تھی۔

اب حضرت موسیٰ کے سونٹے کا ذکر ملتا ہے سورۃ النمل آیات ۱۱، ۱۲ میں ﴿وَاَلْقِ عَصَاكَ . فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ اور اے موسیٰ تو اپنا سونٹا پھینک، جب اس نے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہا ہے ﴿وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ﴾ وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا ﴿وَلَمْ يُعَقِّبْ﴾ اور یہاں تک کہ مڑ کے بھی نہ دیکھا۔ ﴿يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ﴾ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ خوف نہ کر ﴿اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ میرے حضور میں تو وہ جن کو میں بھیجتا ہوں خوف نہیں کھایا کرتے ﴿اِلَّا مَنْ

﴿ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا﴾ لیکن اس کے باوجود جو ظلم کرے پھر اپنے ظلم کو احسن چیز میں یا حسن خلق میں یا حسن عمل میں بدل دے ﴿بَعْدَ سُوْءٍ﴾ اپنی برائی کے بعد ﴿فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ پھر وہ دیکھے گا کہ مَیں بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہوں۔

پھر سورۃ النمل کی آیات ۳۰ تا ۳۲ ہیں۔ ﴿قَالَتْ یٰۤاَیُّھَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ﴾ اس نے کہا (یعنی ملکہ سبانے) کہ اے میرے بڑے لوگو! اور سردارو! ﴿اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ﴾ میری طرف ایک بہت معزز کتاب بھیجی گئی ہے۔ کتاب سے مراد یہاں خط ہے، کتاب خط کو بھی کہتے ہیں کہ میری طرف ایک بہت معزز خط بھیجا گیا ہے ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ﴾ وہ سلیمان کی طرف سے ہے ﴿وَاِنَّهٗ﴾ اور وہ یہ ہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ یہ کہ تم مجھ سے بغاوت نہ کرو، میرے خلاف فوج کشی نہ کرو ﴿وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ اور میرے پاس مسلمان ہونے کی حالت میں آ جاؤ۔ پس اس کے دربار کے بڑے بڑے درباری تھے انہوں نے سرکشی کا مشورہ دیا تھا مگر ملکہ سبا صاحبِ فہم عورت تھی اس نے کہا مجھے تو یہ خط آیا ہے جو بہت ہی معزز خط ہے اور اس میں مجھے تلقین کی گئی ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرنا۔

اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بہت ہی عمدہ نکات بیان فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”زمانہ نے بہت ترقی کی ہے اور آج کل کی تہذیب کو انسانی ترقیات کا انتہائی زینہ قرار دیا جاتا ہے اور جن باتوں پر ناز ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خطوط میں بے سروپا طویل طویل القاب ہیں“۔ یعنی لوگوں کے خطوط میں بے سروپا طویل طویل القاب ہوتے ہیں۔ ”مشکل ترکیبیں ہوتی ہیں جن کے مبتداء کی خبر دوسرے ورق پر جاکر نکلتی ہے۔ مگر دیکھو قرآن مجید نے تیرہ سو سال سے پہلے ایک خط کا نمونہ دیا ہے جو کئی سو برس پہلے کا ہے اور حقیقی مہذب گروہ کے ایک ممبر کو لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ. وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾“ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم فرمانے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ﴿اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ کہ دیکھو میرے خلاف سرکشی نہ کرنا اور میرے پاس فرمانبردار ہوتے ہوئے واپس آ جاؤ۔ ”اس سے زیادہ مختصر نویسی پھر جامع مانع کلمات اور عمدہ طرز تحریر اور کیا ہو سکتی ہے۔ اس نمونہ پر حضرت نبی کریم ﷺ کے خطوط ہیں“۔ اب یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ نے ایک شاندار نکتہ اس میں سے نکالا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اپنے خطوط بھی جو بادشاہوں کی طرف لکھے گئے تھے وہ بہت اختصار کے ساتھ ہیں مگر جامع مانع ہیں۔ ان پر نہ زیادتی ہو سکتی ہے الفاظ کی، نہ کمی ہو سکتی ہے۔ پورے مضمون پر حاوی ہوتے ہیں اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خطوط کی اصلیت کی پہچان ہے۔

سورۃ القصص میں آیت نمبر ۱۷ میں ہے ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ

SOME SCENES FROM THE AHMADIYYA ANNUAL CONVENTION, 2001

Dr. Ehsan Zafar, Naib Ameer USA, presiding at a session of the Convention, with him are: Hon. I. Legget, member of Mongomery County Council (center) and Musa Asad.
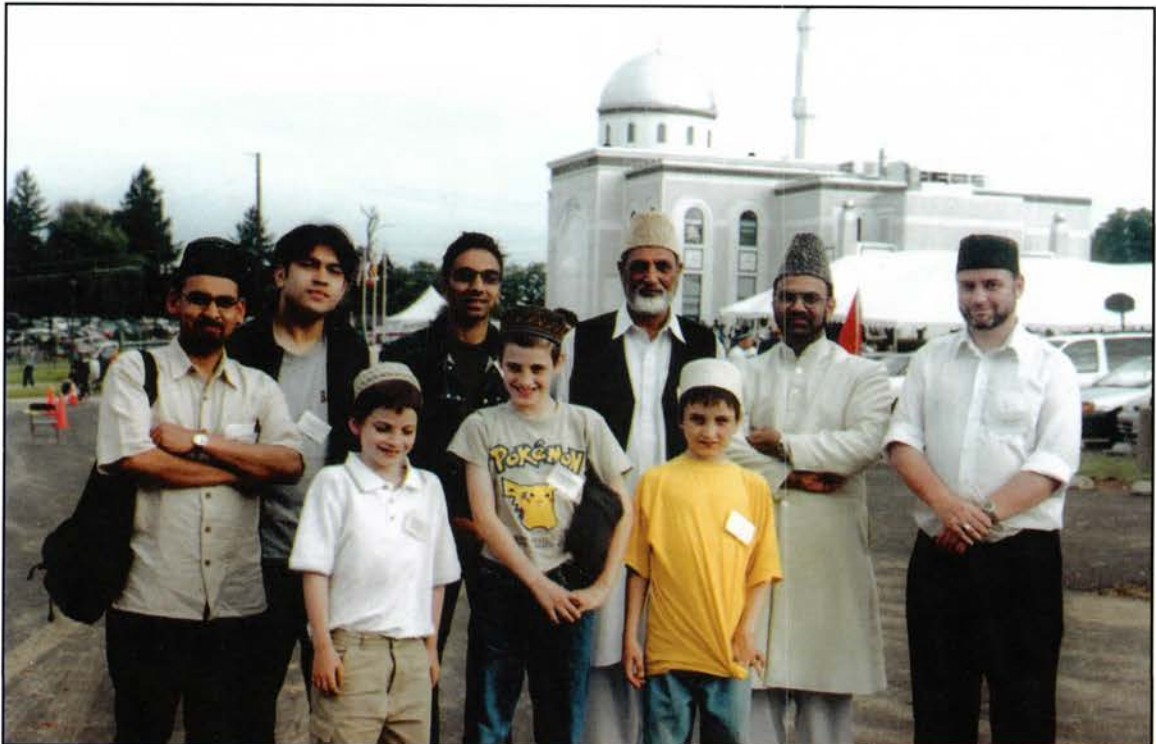
Some of the guests from U.K. attending the Annual Convention USA

Some guests from African countries attending the USA Jalsa Salana 2001

فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ. اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ اس نے کہا اے میرے ربّ مَیں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے ﴿فَغَفَرَلَهٗ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ یقیناً وہی ہے جو بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آیات کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: ”قرآن شریف بہت سی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے جیساکہ روم اور ایران کی سلطنت کی نسبت ایک زبردست پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے اور یہ اس وقت کی پیشگوئی ہے جب کہ مجوسی سلطنت نے“۔ مجوسی جو مشرک سلطنت تھی اس نے ”ایک لڑائی میں رومی سلطنت پر فتح پائی تھی اور کچھ تھوڑی سی زمین ان کے ملک کی اپنے قبضہ میں کرلی تھی۔ تب مشرکین مکہ نے فارسیوں کی فتح اپنے لئے ایک نیک فال سمجھی تھی اور اس سے یہ سمجھا تھا کہ چونکہ فارسی سلطنت مخلوق پرستی میں ہمارے شریک ہے ایسا ہی ہم بھی اس نبی کا استیصال کریں گے جس کی شریعت اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔ تب خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ پیشگوئی نازل فرمائی کہ آخرکار رومی سلطنت کی فتح ہوگی اور چونکہ روم کی فتح کی نسبت یہ پیشگوئی ہے اس لئے اس سورت کا نام سورۃ الروم رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ عرب کے مشرکوں نے مجوسیوں کی سلطنت کی فتح کو اپنی فتح کے لئے ایک نشان سمجھ لیا تھا اس لئے خداتعالیٰ نے اس پیشگوئی میں یہ بھی فرمادیا کہ جس روز پھر روم کی فتح ہوگی اس روز مسلمان بھی مشرکوں پر فتحیاب ہونگے، چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا“۔

اب یہ جو پیشگوئی ہے یہ ہجرت سے پہلے کی ہے اور بعد ہجرت، جیساکہ پیشگوئی میں فرمایا گیا تھا تین سال کے بعد اور نو سال کے اندر اندر، یہ عظیم الشان واقعہ رونما ہوا یعنی مسلمانوں کو مشرکین پر فتح نصیب ہوئی اور بادشاہ روم کو مجوسی سلطنت ایران کے اوپر فتح نصیب ہوئی۔ یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوچکی ہے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اس بارہ میں قرآن شریف کی آیت یہ ہے ﴿الٓمّٓ . غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (الروم:۲تا ۵) (ترجمہ) مَیں خدا ہوں جو سب سے بہتر جانتا ہوں۔ رومی سلطنت بہت قریب زمین میں مغلوب ہوگئی ہے اور وہ لوگ پھر نو سال تک، تین سال کے بعد“۔ یعنی نو سال سے پہلے پہلے اور تین سال کے بعد۔ ”مجوسی سلطنت پر غالب ہو جائیں گے۔ اُس دن مومنوں کے لئے بھی ایک خوشی کا دن ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تین سال کے بعد نو سال کے اندر پھر رومی سلطنت ایرانی سلطنت پر غالب آگئی اور اسی دن مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر فتح پائی کیونکہ وہ دن بدر کی لڑائی کا دن تھا جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئی تھی“۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۲۰)

ایک اور اقتباس ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا:

”حدیثوں سے ثابت ہے کہ روم سے مراد نصاریٰ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں پھر اسلامی ممالک کے کچھ حصے دبالیں گے اور اسلامی بادشاہوں کے ممالک اُن کی بدچلنیوں کے

وقت میں اُسی طرح نصاریٰ کے قبضے میں آجائیں گے جیسا کہ اسرائیلی بادشاہوں کی بدچلنیوں کے وقت رومی سلطنت نے اُن کا ملک دبالیا تھا۔ پس واضح ہو کہ یہ پیشگوئی ہمارے اس زمانہ میں پوری ہوگئی۔ مثلاً روس نے جو کچھ رومی سلطنت کو خدا کی ازلی مشیّت سے نقصان پہنچایا، وہ پوشیدہ نہیں۔ اور اس آیت میں جبکہ دوسرے طور پر معنے کئے جائیں غالب ہونے کے وقت میں روم سے مراد قیصر روم کا خاندان نہیں کیونکہ وہ خاندان اسلام کے ہاتھ سے تباہ ہوچکا بلکہ اس جگہ بروزی طور پر روم سے روس اور دوسری عیسائی سلطنتیں مراد ہیں جو عیسائی مذہب رکھتی ہیں۔ یہ آیت اوّل اس موقع پر نازل ہوئی تھی جبکہ کسریٰ شاہِ ایران نے بعض حدود پر لڑائی کر کے قیصر شاہِ روم کو مغلوب کر دیا تھا۔ پھر جب اس پیشگوئی کے مطابق ﴿بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ میں قیصر روم شاہ ایران پر غالب آگیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ......الخ﴾ جس کا مطلب یہ تھا کہ رومی سلطنت اب تو غالب آگئی ہے مگر پھر ﴿بِضْعِ سِنِيْنَ﴾ میں "(یعنی تین سے نو سال کے عرصہ میں) "اسلام کے ہاتھ سے مغلوب ہوں گے۔ مگر باوجود اس کے کہ دوسری قراءت جس میں غَلَبَتْ کا صیغہ ماضی معلوم تھا اور سَیُغْلَبُوْنَ کا صیغہ مضارع مجہول تھا مگر پھر بھی پہلی قراءت جس میں غُلِبَتْ کا صیغہ ماضی مجہول تھا اور سَیَغْلِبُوْنَ مضارع معلوم تھا منسوخ التِّلاوت نہیں ہوئی بلکہ اسی طرح جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف سناتے رہے"۔ اب یہ جو مسئلہ ہے یہ اہل علم پر تو روشن ہو جائے گا جو اس لغت کی اصطلاحوں کو سمجھتے ہیں مگر عام احمدیوں پر اس کو کھولنے کے لئے زیادہ وقت چاہئے۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تحریر جیسے تھی وہی مَیں نے پڑھ کے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ تو اس آیت کریمہ کی دو تلاوتیں تھیں یعنی قراءتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قراءتوں کو باقی رکھا اور دونوں قراءتوں کے لحاظ سے یہ مضمون بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا ہے۔ اس سے "ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ پھر مقدّر ہے کہ عیسائی سلطنتِ روم کے بعض حدود کو پھر اپنے قبضہ میں کر لے گی۔ اِسی بنا پر احادیث میں آیا ہے کہ مسیح کے وقت میں سب سے زیادہ دنیا میں روم ہوں گے یعنی نصاریٰ۔ اس تحریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ قرآن اور احادیث میں روم کا لفظ بھی بروزی طور پر آیا ہے یعنی روم سے اصل روم مراد نہیں بلکہ نصاریٰ مراد ہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۰۷،۳۰۸)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے اور آج کل نصاریٰ کا عروج ہے اور بڑی کثرت سے ہر طرف پھیل گئے ہیں۔ انہوں نے کس پر غلبہ پایا ہے۔ غلبہ یہود پر پایا ہے جو موحد تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غلبہ یہود پر پانے کے باوجود درپردہ یہودی عیسائیوں سے وہ کام کرواتے ہیں جو خود نہیں کرسکتے۔ پس یہ بھی ایک عجیب نکتہ ہے جو اس زمانہ میں ہمارے سامنے کھلا ہے کہ عیسائیت کو غلبہ ملا ہے ساری دنیا میں اور یہود عیسائیت کی معرفت غلبہ حاصل کر رہے ہیں اور یہ غلبہ اب ان کو ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ ہونے کی وجہ سے وہ خدا کے غضب کے نیچے بھی ہیں اور دنیا کے غضب کے نیچے بھی ہمیشہ رہے ہیں اور آئندہ بھی دوبارہ پھر اسی غضب کے نیچے آنے

والے ہیں۔ پس بعض لوگ مایوس ہو جاتے ہیں کہ ابھی تک تو فلسطینیوں کا کچھ نہ بنا اور یہودی ان پر جیسے چاہیں مظالم کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ پیشگوئی ایک دفعہ نہیں بارہا ماضی میں پوری ہو چکی ہے۔ اتنی بار اور اس شان کے ساتھ پوری ہو چکی ہے کہ اس پر شک کرنا ایک حماقت ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ دیکھو نازی جرمنی کے زمانہ میں کس شان سے پوری ہوئی تھی۔ یہود نے جرمنی کی اقتصادیات پر مکمل غلبہ پالیا تھا، اس کی اقتصادیات کے علاوہ اس کی سیاست پر اور اس کی صنعتوں پر، ہر چیز یہود کے قبضہ ٔقدرت میں چلی گئی تھی۔ اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہودی اسی قوم کے مغلوب ہو جائیں گے جس قوم پر اس نے بڑے زور اور جبر کے ساتھ تسلط کر لیا تھا۔ لیکن جنہوں نے نازی تاریخ کو پڑھا ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح نازیوں نے یہود پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے اتنے مظالم کئے کہ آج تک یہودی ان مظالم کا رونا روتے ہیں اور یہودیوں کے بیان کے مطابق دس لاکھ یہودی وہاں قتل و غارت کئے گئے۔ اب یہ جو اعداد و شمار ہیں مبالغہ ہی سہی مگر اس میں شک نہیں کہ بہت بڑی تعداد یہودیوں کی بہت ظالمانہ طور پر جرمنی میں قتل کی گئی یہاں تک کہ Death Chambers میں انہیں مارا گیا، زہریلی گیس چھوڑی جاتی تھی جس سے دم گھٹ کر اور اس کے زہر سے مغلوب ہو کر یہودیوں کی جانیں نکل جاتی تھیں۔ پھر ان کے بچوں پر بھی ظلم کیا گیا، ان کے بچوں کو بھی مارا گیا، ان کی عورتوں پر بھی ظلم کیا گیا، ان کی عورتوں کو بھی مارا گیا اور بہت ہی مشکل کے ساتھ کچھ یہودی بچ بچا کر انگلستان کی پناہ میں آ گئے۔

تو یہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کی پیشگوئی ہے اس میں مغضوب کا جو لفظ ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ یہود پر خدا کا بھی غضب نازل ہوتا ہے اور لوگوں کا بھی غضب نازل ہوتا ہے۔ ساری تاریخ بھری پڑی ہے اس بات سے۔ پس اب مسلمانوں کے لئے کسی مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ فلسطین میں بھی کچھ نہ کچھ ہو گا ضرور، ہم تو منتظر ہیں وہ بھی دیکھ لیں تاریخ کس کے ساتھ ہے۔ تاریخ مسلمانوں کے ساتھ ہے لازماً ان پر ایک دفعہ پھر غلبہ ملے گا لیکن خدا کے صالح بندوں کو اور اس سے میں استنباط کرتا ہوں کہ یہ غلبہ احمدیت کو نصیب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ فرمایا عزیز رحیم ہے خدا، بار بار رحم بھی فرماتا ہے اور بہت غالب اور دائمی غلبہ والا ہے۔

ایک اور آیت کریمہ ہے ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لئے اس کے سینہ میں دو دِل نہیں رکھے۔ یعنی اگر ایک سے محبت ہے تو بیک وقت دوسرے سے محبت نہیں ہو سکتی۔ ہو گی تو وہ کم درجہ کی ہو گی، ایک ہی محبت غالب رہتی ہے۔ فرمایا ہم نے انسان کے سینہ میں دو دِل نہیں رکھے اور اسی طرح ﴿مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ اور وہ عورتیں، تمہاری بیویاں جن کو تم اپنے اوپر حرام کرنے کے لئے اپنی مائیں کہہ دیا کرتے ہو، وہ تمہاری مائیں نہیں بن سکتیں۔ تمہاری مائیں تمہاری ہی مائیں ہیں۔ ﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ﴾ اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا اصلی اور سچا بیٹا نہیں بنایا ﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ یہ تو سب تمہارے منہ

کی باتیں ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾ اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ وہ جو یتیم جنگوں کے بعد تمہارے قبضہ میں آتے ہیں ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، ان کو اپنا بیٹا قرار نہ دیا کرو۔ ﴿فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ﴾ اگر تمہیں ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ تو پھر وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں ﴿وَمَوَالِيْكُمْ﴾ اور وہ تمہارے دوست ہیں دین کے معاملہ میں بھی ﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ﴾ اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس معاملہ میں جس میں تم پہلے غلطی کر چکے ہو ﴿وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ﴾ لیکن تمہارے دل اگر کوئی گناہِ عمد کریں گے تو پھر وہ پکڑے جائیں گے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ اور یاد رکھو کہ ان سب باتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی بخشش کرنے والا پاؤ گے اور بار بار رحم فرمانے والا۔ (سورۃ الاحزاب آیات ۵،۶)

اس کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے کسی کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے۔ پس اگر تم کسی کو کہو کہ تُو میرا دل ہے تو اس کے پیٹ میں دو دل نہیں ہو جائیں گے۔ دل تو ایک ہی رہے گا۔ اسی طرح جس کو تم ماں کہہ بیٹھے وہ تمہاری ماں نہیں بن سکتی اور اسی طرح خدا نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقت میں تمہارے بیٹے نہیں کر دیا۔ یہ تو تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور خدا سچ کہتا ہے اور سیدھی راہ دکھلاتا ہے۔ تم اپنے منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کے نام سے پکارو۔ یہ تو قرآنی تعلیم ہے مگر چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اپنے پاک نبی کا نمونہ اس میں قائم کر کے پرانی رسم کی کراہت کو دلوں سے دُور کر دے۔ سو یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے قائم کیا کہ آنحضرت ﷺ کے غلام آزاد کردہ کی بیوی کی اپنے خاوند سے سخت ناسازش ہو گئی" یعنی اَن بَن ہو گئی۔ "آخر طلاق تک نوبت پہنچی۔ پھر جب خاوند کی طرف سے طلاق مل گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیوندِ نکاح کر دیا"۔ (آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۵۸،۵۹)

اس آیت کریمہ میں گزشتہ علماء نے بہت ہی زیادہ ظلم سے کام لیا ہے کیونکہ وہ اس کی تشریح میں یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ بغیر سلام کئے، بغیر آواز دئے اس گھر میں داخل ہو گئے جو زید کا گھر تھا اور اس وقت حضرت زینب کو ننگی حالت میں دیکھ لیا اور نعوذ باللہ من ذلک ان پر آپ عاشق ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو پڑھ کر یہ فیصلہ کیا کہ اس کی طلاق ہو جائے اور منہ بولے بیٹے کی بات بنالی کہ یہ تو یونہی منہ کی باتیں ہوتی ہیں شادی کر لی۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت زینبؓ نے آپؐ کی خاطر، آپ کے دل کو خوش کرنے کے لئے آپؐ کے غلام سے شادی کر لی تھی جو عرب باغیرت اہل مکہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایک بہت ہی مکروہ فعل تھا۔ مکہ کی معزز عورت کا ایک غلام سے شادی کر لینا سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا تو چونکہ حضرت زینبؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی دلداری کی خاطر آپؐ کے حکم سے سرِ مُو فرق نہ کیا اور آپ کے فرمانے کے مطابق شادی کر لی تھی اس لئے جب طلاق ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے دل میں اس کا بہت

Inside the Baitur Rahman Mosque, a sections of participants waiting for the Salat during the 53rd Ahmadiyya Annual Convention, USA.

Mr. Shakoor Ahmad, Afsar Jalsa Salana, conversing with one of Nazims during the Convention

Maulana Daud Hanif with some Guests from Gambia, W. Africa, attending the 53rd Ahmadiyya Annual Convention, USA.

(L to R) Maulana Mukhtar Cheema; Maulana Mubasher Ahmad; Maulana Muniruddin Shams, Additionasl Vakilut-Tasneef, London; Maulama Zafrullah, during the Convention

غم تھا اور محسوس ہوتا تھا کہ میرے کہنے میں اس بیچاری نے سزا پائی ہے۔ پس اس وجہ سے آپؐ نے اس سے شادی کی اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے آپ کا پیوند نکاح کر دیا۔

سورۃ الاحزاب ہی کی ایک اور آیت ہے ﴿وَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ کہ مومنوں میں سے ایسے مردان خدا ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد باندھا اسے سچا کر دکھایا۔ ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ﴾ پس ان میں سے بہت سے ہیں جنہوں نے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا اور بہت سے ہیں جو ابھی انتظار کی حالت میں ہیں۔ ﴿وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾ اور انہوں نے ذرا بھی تبدیلی نہیں کی اپنے اطوار میں ﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ﴾ یہ اس لئے تھا تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کی وجہ سے، صادقین کو ان کے صدق کی وجہ سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ﴾ اور اگر چاہے تو منافقین کو ان کے نفاق کی وجہ سے سزا دے ﴿اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾ یا ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے اُن پر جھکے، اس نیت سے کہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیات ۲۴۔۲۵)

تو اس میں بھی دیکھیں کہ فرمایا جا رہا ہے کہ منافقین کے دل کا حال خدا جانتا تھا کہ جھوٹے ہیں اس کے باوجود ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ تباہ کر دے گا بلکہ فرمایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ چاہے گا ان سے توبہ قبول کرتے ہوئے ان پر جھک جائے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

ان آیات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام کی وہ پاک جماعت تھی جو اپنے نبی ﷺ سے کبھی الگ نہیں ہوئے اور وہ آپؐ کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے بلکہ دریغ نہیں کیا۔ ان کی نسبت آیا ہے ﴿مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ یعنی بعض اپنا حق ادا کر چکے، اپنی جانیں اپنے وعدوں کے مطابق پیش کر چکے اور وہ قبول کر لی گئیں اور بعض ابھی تک انتظار میں بیٹھے ہیں کہ ہم بھی اس راہ میں مارے جاویں۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی قدر و عظمت معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہاں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت ﷺ کی سیرت کے روشن ثبوت ہیں۔ اب کوئی شخص ان ثبوتوں کو ضائع کرتا ہے تو وہ گویا آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ضائع کرنا چاہتا ہے۔ پس وہی شخص آنحضور ﷺ کی سچی قدر کر سکتا ہے جو صحابہ کرامؓ کی قدر کرتا ہے۔ جو صحابہ کرامؓ کی قدر نہیں کرتا وہ ہرگز ہرگز آنحضرت ﷺ کی قدر نہیں کرتا۔ وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اگر کہے کہ مَیں آنحضرت ﷺ سے محبت رکھتا ہوں مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ سے محبت ہو اور پھر صحابہؓ سے دشمنی''۔

(الحکم۔ جلد ۸، نمبر ۷۔ بتاریخ ۲۴/فروری ۱۹۰۴ء۔ صفحہ ۲)

اب شیعوں کا بھی اس میں بہت بڑا عظیم الشان ردّ فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے وہ اس کے صحابہ سے بھی محبت کرتا ہے۔

پھر فرمایا:

''صحابہ رضوان اللہ علیہم یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو راضی کریں خواہ اس راہ میں کیسی ہی سختیاں اور تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ اگر کوئی مصائب اور مشکلات میں نہ پڑتا اور اُسے دیر ہوتی تو وہ روتا اور چلاّتا تھا۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ اِن ابتلاؤں کے نیچے خدا تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اور خزانہ مخفی ہے۔ قرآن شریف ان کی تعریف سے بھرا ہوا ہے، اسے کھول کر دیکھو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زندگی آنحضرت ﷺ کی صداقت کا عملی ثبوت تھا۔ صحابہؓ جس مقام پر پہنچے تھے اس کو قرآن شریف میں اِس طرح پر بیان فرمایا ہے: ﴿مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ﴾ یعنی بعض ان میں سے شہادت پاچکے اور انہوں نے گویا اصل مقصود حاصل کرلیا اور بعض اِس انتظار میں ہیں کہ چاہتے ہیں کہ شہادت نصیب ہو۔ صحابہؓ دنیا کی طرف نہیں جھکے کہ عمریں لمبی ہوں اور اِس قدر مال و دولت ملے''، یعنی یہ ان کی خواہش نہیں تھی کہ ہماری عمریں لمبی ہوں اور مال و دولت ملے۔ ''اور یوں بے فکری اور عیش کے سامان ہوں۔ مَیں جب صحابہؓ کے اس نمونہ کو دیکھتا ہوں تو آنحضرت ﷺ کی قوّت قدسی کمال فیضان کا بے اختیار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کس طرح پر آپؐ نے ان کی کایا پلٹ دی اور انہیں بالکل رُو بخدا کر دیا۔ **اَللّٰهُمَّ صلّ علٰی محمدٍ وَ علٰی آل محمدٍ و بارك وسَلّمْ اِنَّكَ حَمیدٌ مجیدٌ**''۔

(الحکم۔ جلد ۹۔ نمبر ۳۸۔ بتاریخ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۵ء۔ صفحہ ۲)

اسی ضمن میں ایک یہ آیت بھی ہے ﴿هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓٮِٕكَتُهٗ﴾ وہی ہے جو تم پر سلام درود بھیجتا ہے ﴿وَمَلٰٓٮِٕكَتُهٗ﴾ اور اس کے فرشتے بھی۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ کا درود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہی خاص نہیں تھا بلکہ آپ کے صحابہ پر بھی اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ کس مقصد کے لئے۔ درود بھیجنا محض ایک دعا نہیں بلکہ ایک اعلیٰ عمل کی طرف بلانے کے نتیجہ میں درود کی برکت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ﴾ یہ درود اس لئے تم پر بھیج رہا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ ﴿وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا﴾ اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۴) یہاں بھی لفظ مومن خاص توجہ کا مستحق ہے کیونکہ ہر غیر کے لئے تو اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے مگر اپنے مومن بندوں کے لئے رحیم ہے کیونکہ رحیم میں کچھ محنت بھی درکار ہوتی ہے جو خدا کی راہ میں کی جائے۔ کیونکہ خدا کے مومن بندے اللہ کی خاطر مشکلات میں پڑتے ہیں اور اس کی راہ میں بہت محنت کر کے اس کی رضا کماتے ہیں۔ اس لئے فرمایا خدا اور اس کے فرشتے مومنوں پر درود بھیجتے ہیں تا خدا اُن کو ظلمت سے نور کی طرف نکالے۔ ﴿وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا﴾ یعنی خدا کی رحیمیت صرف ایمانداروں سے خاص ہے جس سے کافر کو یعنی بے ایمان اور سرکش کو حصہ نہیں ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو پہلے بھی کئی بار بیان ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''فیض رحیمیت اسی شخص پر نازل ہوتا ہے جو فیوض مترقبہ کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے اسی لئے یہ ان لوگوں سے خاص ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ربِّ کریم کی اطاعت کی جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا﴾ میں تصریح

فرمادی گئی ہے''۔

یہ تو خطبہ رحیمیت کے مضمون پر جو جاری تھا آگے بھی شاید جاری رہے گا یہ اس کے متعلق میں نے مختصر اً ذکر کیا ہے۔ اب میں خطبہ ثانیہ سے پہلے کچھ خطوط کے متعلق اعلان کرنا

چاہتا ہوں۔ جو خطوط مجھے لکھے جاتے ہیں ان میں عجیب و غریب حرکتیں ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے میرا وقت بہت زیادہ ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض ایسی خواتین ہیں جو لمبے لمبے خط روزانہ لکھتی ہیں اور روزانہ ایک دفعہ نہیں تین چار دفعہ، اور وہی مضمون بار بار دہرایا ہوتا ہے۔ سارے لمبے خطوط پڑھنے کے بعد نام دیکھو تو وہی نام ہیں اور وہی مضمون بار بار دہرایا جارہا ہے۔ جو صرف دعا کے لئے ہے۔ اب دعا میں کون سے راز کی بات ہے اور خط کے اوپر لکھا ہوتا ہے ''بصیغہ راز''۔ دعا تو مَیں لوگوں کے سامنے تو نہیں کرتا، بصیغہ راز ہی کرتا ہوں۔ لیکن ان کے بصیغہ راز لکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے اور پھر یہ کیا مطلب ہوا کہ ایک ہی خط کو بار بار کثرت سے دوہرایا جائے۔

بعض دفعہ ایک خط کے ساتھ سات سات آٹھ آٹھ خط نتھی کئے جاتے ہیں اور ان پہ وہی تاریخ ہے۔ اب ایک دن میں سات خط لکھنا اور نتھی کر کے بھیج دینا اس میں کونسی حکمت ہے، مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ بہر حال میرا وعدہ ہے کہ مَیں خود خطوں کو پڑھتا ہوں تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ اس وعدہ پر قائم رہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ جب تک اللہ توفیق عطا فرمائے لیکن لوگوں کو بھی تو خیال کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں تو ہفتہ میں ایک دفعہ یا زیادہ سے زیادہ دو دفعہ خط لکھنا دعا کے لئے کافی ہے اور پھر ہر خط میں جن لوگوں نے دعا کے لئے لکھا ہوتا ہے ان کے بچوں کے الگ الگ خطوط ساتھ ہوتے ہیں حالانکہ اسی خط کے نیچے سب کے دستخط ہو سکتے تھے، سب بچے بھی تو ساتھ ہی شامل ہیں۔ وہ اٹھا کر دیکھو پھر ایک اور بچہ نکل آیا۔ تو یہ بچوں کا سلسلہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور لمبا چلے لیکن خطوں میں یہ سلسلہ لمبا نہیں چلنا چاہئے۔ اس لئے میری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے خطوں کو سلیقہ سکھائیں اور اگر خلاصہ کرنا نہیں آتا تو کسی واقف سے کروالیا کریں مگر خلاصہ ہو یا نہ ہو ایک ہی دن میں چار چار پانچ پانچ خط روزانہ لکھنا اس میں کیا حکمت ہے۔ اور اگر روزانہ پانچ پانچ خط نہ لکھیں کیونکہ خصوصاً وہ لکھنے والی خاتون میرے ذہن میں ہیں تو پیسے بھی بچیں گے، ڈاک کا خرچ خواہ مخواہ کا بچے گا تو ذرا تھوڑا سا عقل سے کام لیں۔ خطوط کو مختصر لکھیں اور ایک ہی دن میں کئی کئی خط نہ لکھا کریں۔ ہفتے میں ایک کافی نہیں تو دو کافی ہونگے۔ وہ جو دعاؤں کے لئے لکھنے والے ہیں وہ ذہن میں رہتے ہی ہیں اکثر۔ اور کچھ تو میں خط پڑھتے ہی کچھ کے لئے دعا کر دیتا ہوں ساتھ ہی، یہ میرا طریقہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریق تھا کہ خط پکڑتے ہی اس پہ دعا کر دی اور پھر تہجد کی نماز میں ان سب خطوں کو ذہن میں رکھ کے ان کے لئے اجتماعی دعا بھی کرتا ہوں۔ پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ احباب کرام یہ تھوڑا سا عقل سے بھی کام لیں گے اور یہ جو سلسلہ میرا ڈاک دیکھنے کا ہے اس کو بند نہیں کروائیں گے۔ مَیں چاہتا ہوں یہ جاری رہے اور مَیں خود اپنی آنکھوں سے آپ کا خط پڑھوں اور اگر یہ سلسلہ میری طاقت سے بڑھ گیا

تو پھر پرانا طریق جو خلاصوں کا تھا اس کو دوبارہ جاری کرنا پڑے گا۔ اس لئے آپ کی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ خطوں کو مختصر بھی کریں اور ایک ہی دن میں کثرت کے ساتھ کئی خطوط نہ لکھا کریں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

خطوں کے سلسلہ میں یہ بھی بتادوں بعضوں نے فیکس پہ خط چڑھائے ہوئے ہیں اور روزانہ خط فیکس میں سے خود بخود نکل جاتے ہیں ان کو یاد بھی نہیں رہتا کہ کیا لکھا تھا اور کیوں لکھا تھا اور وہ حکم ہے اس فیکس کو کہ وہ خط ہمیں یہاں پہنچ جائے۔ تو یہ عجیب و غریب سلسلے ہو رہے ہیں دعا کے بہانے۔ سچی دعا جو ہے وہ تو انسان کو تڑپا دیتی ہے، بعضوں کی بے چینی منتقل ہو جاتی ہے اور اسی بیقراری کے ساتھ میرا دل ان کے لئے دعا کے لئے کھلتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک چیز اور کم کریں کہ جھگڑوں کے خطوط ختم کریں۔ اس کثرت سے جھگڑوں کے خطوط ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ کوئی ڈاک ایسی نہیں ہوتی جس میں بکثرت لمبی تفصیل نہ لکھی ہو۔ مَیں نے اپنے خاوند سے یہ کہا، میرے خاوند نے مجھے یہ کہا، میری نندوں نے مجھے یہ کہا، میری ساس نے مجھے یہ کہا، مَیں نے پھر یہ کہا، پھر اس نے مجھے یہ جواب دیا، پھر میں نے یہ جواب دیا، پھر انہوں نے یہ جواب دیا تو اتنی لمبی بحث ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ بعض دفعہ سات سات آٹھ آٹھ صفحے کا خط ہے اور آخر پر یہ ہے کہ دعا کریں۔ اب دیکھ لیں کہ اس کا کیا فائدہ ہے۔ کوشش کریں، آپ میری مدد کریں، میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ جو درد دل کی چیخ ہے اس کی ایک سطر ہی کافی ہو جاتی ہے۔

اور بعض بچیاں بڑے درد سے مجھے خط لکھتی ہیں۔ ہاں اس ضمن میں مَیں بچیوں کے متعلق بھی بتا دیتا ہوں کہ آج تک یہ شکایتیں مسلسل جاری ہیں کہ لوگ شادی کی غرض سے بچیوں کو ملاحظہ کرنے جاتے ہیں ایک بچی نے لکھا ہوا ہے کہ اس طرح پرکھتے ہیں جیسے بکری کو پرکھا جا رہا ہے ہمیں ایک تو بڑی کوفت ہوتی ہے ہمیں کہ اس طرح ہمیں اس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ پھر وہ ہماری جائیدادیں بھی پوچھتے ہیں، ہمارے گھر، کوئی مکان ہمارے نام پہ ہے کہ نہیں، کوئی اور جائیداد ہمارے نام پر ہے کہ نہیں۔ تو یہ دنیا دار لوگ ہیں بچیوں کو چاہئے ان کی بالکل پرواہ نہ کریں اور ان کے ماں باپ کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کو گھر میں گھسنے بھی نہ دیں۔ نظر آ جاتا ہے کوئی آدمی کس نیت سے رشتہ کی تحریک کر رہا ہے۔ تو ان کے ساتھ سختی کا سلوک کریں، اور کوئی علاج نہیں ہے۔ بچیوں کی بے عزتی کرنے کا تو کسی انسان کو بھی حق نہیں ہے۔ تو ان سب باتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔

جماعتی نظام کے لئے
اسلام میں اصول وہدایات

(رقم فرمودہ :مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم (مرحوم)

(یہ مقالہ محترم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم (مرحوم) نے مجلس ارشاد مرکزیہ کے اجلاس منعقدہ ۳/اکتوبر ۱۹۷۰ء میں بمقام مسجد مبارک ربوہ پڑھا۔ اس اجلاس کی صدارت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمائی تھی۔)

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾

جماعتی نظام

سیدی و احباب کرام! اسلام نے جماعتی زندگی کو سب سے بڑی نعمت و رحمت قرار دیا ہے۔ اور جماعت سے علیحدگی کو جاہلیت اور حیاتِ جاہلیت قرار دیا ہے جیساکہ اس سلسلہ میں احادیث میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: "مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مِيتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ" کہ جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور اس علیحدگی کی حالت میں وفات پاگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی جس کو دوسرے الفاظ میں کفر کی موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا: "من فارق الجماعة شبراً فكانّما خلع ربقة الاسلام من عنقه"۔(ترمذی) یعنی جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر علیحدگی اختیار کی اس نے گویا اسلام کی اطاعت کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے: "دَخَلَ النَّار (اخرجه الحاكم على شرط الصحيحين) یعنی اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس قدر تاکیدی حکم التزام جماعت کے متعلق بیان کیا گیا ہے اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والے کے متعلق صاف فرمایا کہ وہ شخص اپنے آپ کو شیطان کے قبضہ و اختیار میں دے کر اس کا ساتھی اور قرین ہو جاتا ہے جس کے متعلق بِئْسَ الْقَرِین کی وعید بیان ہوئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: "عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ"۔ کہ جماعت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جونہی کسی نے علیحدگی اختیار کی تو شیطان اس کا ساتھی ہوگیا۔ پھر يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ تو مشہور و معروف ہی ہے۔

وحدت جمہوری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بنادے۔ اس کا نام وحدتِ جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدتِ جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں۔ یہ نمازیں باجماعت جو ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تاکہ کُل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جائے۔ اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اسے قوت دیوے۔ حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۲۹)

اس اقتباس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعتی زندگی یا جماعتی نظام کو وحدتِ جمہوری کے الفاظ میں بیان فرماکر اس کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"دنیا میں چونکہ جماعت سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں ہے اس لئے ترقی کرنے کا سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ انسان جماعت سے اپنے آپ کو وابستہ کرے۔ اس سے سُست بھی آگے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا جماعت کے لوگ اس کے لئے سہارا ہو جاتے ہیں۔ جماعت کے انتظام سے داناؤں نے ایسے ایسے فائدے اٹھائے ہیں کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے"۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۳۰/مئی ۱۹۱۶ء)

جماعتی نظام یا جماعتی زندگی کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اب اس سلسلہ میں چند اصول وہدایات کو اختصار سے پیش کیا جاتا ہے جو قرآن کریم، احادیث شریف، ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اور مقربین کے ارشادات یا تحریرات میں بالتفصیل بیان ہوئے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اعتصام بحبل اللہ

سو اسلام میں جماعتی نظام کے لئے سب سے پہلا اور سب سے بڑا اصل ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ میں بیان ہوا ہے جس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"اللہ کے رسے کو مضبوط پکڑو اور اختلاف نہ کرو۔ دوسری قومیں ظاہری سامانوں سے اتفاق کر سکتی ہیں مگر اسلام میں اتفاق کا ذریعہ صرف ایک ہی ہے کہ حبل اللہ کو پکڑا جائے۔ اور حبل اللہ کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں۔ قرآن کریم میں ہے اسلام کیا ہے وہ جو انبیاء احکام دیتے ہیں۔ پس انبیاء بھی حبل اللہ ہیں۔ رسول کریم ﷺ حبل اللہ ہیں اور مسیح موعود علیہ السلام حبل اللہ ہیں، قرآن کریم حبل اللہ ہے، ان کو پکڑے بغیر اتفاق نہیں ہو سکتا"۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۳۱/مئی ۱۹۱۹ء)

چونکہ خلفاء انبیاء کے کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق منتخب کئے جاتے ہیں جیسا کہ اس حقیقت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رسالہ الوصیت میں واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ لہذا انبیاء کی طرح خلفاء بھی حبل اللہ ہیں اور ان کا اعتصام بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح کہ انبیاء سے اعتصام واجب و ضروری ہے۔ چنانچہ Lane Pool نے حبل کے معنی:

"A Promise or assurance of security"

بیان کر کے بعینہ آیت استخلاف میں خلفاء کے ذریعہ امن کے وعدۂ الٰہی کی طرف غمازی کرتے ہوئے دوسرے الفاظ میں خلفاء کو حبل اللہ میں لغت کے لحاظ سے بھی شمار کر دیا ہے۔

پس جماعتی نظام کے لئے خلفاء سے اعتصام سب سے بڑا اصل ہے اور باقی ایک لحاظ سے تمام اصول وہدایات اس کی فروعات کا حکم رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ایک ضروری بات یہ ہے کہ تقویٰ میں ترقی کرو۔ ترقی انسان خود نہیں کر سکتا جب تک کہ ایک جماعت اور ایک اس کا امام نہ ہو۔ اگر انسان میں یہ قوت ہوتی کہ وہ خود بخود ترقی کر سکتا تو پھر انبیاء کی ضرورت نہ تھی۔ تقویٰ کے لئے ایک ایسے انسان کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے جو صاحب کشش ہو اور بذریعہ دعا کے وہ نفسوں کو پاک کرے۔ دیکھو اس قدر حکماء گزرے ہیں کیا کسی نے صالحین کی جماعت بنائی؟ ہرگز نہیں۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ صاحب کشش نہ تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے کیسے بنادی۔ (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۴۲۱)

اطاعت خلیفہ وامراء

جماعتی نظام کے لئے دوسرا اصل اطاعت خلیفہ اور اس کے مقرر کردہ امراء اور عہدیداران کی اطاعت ہے۔ جہاں تک امراء اور دیگر عہدیداران کی اطاعت کا سوال ہے اس سلسلہ میں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"جماعتی تنظیم و تربیت کے تعلق میں اسلام ایک خاص بلکہ خاص الخاص ہدایت یہ دیتا ہے کہ مومنوں کو ان امراء کی کامل اطاعت کرنی چاہئے جو جماعتی انتظام کے ماتحت مقرر کئے جائیں۔ یہ ہدایت گویا جماعتی تنظیم کی ریڑھ کی ہڈی ہے جسے نظر انداز کرنے سے سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور جماعت جماعت نہیں رہتی بلکہ منتشر افراد کا ایک پھٹا ہوا گروہ بن جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو اس بات کا اتنا خیال تھا کہ آپ بسا اوقات فرماتے تھے "مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِى فَقَدْ اَطَاعَنِى وَ مَنْ عَصٰى اَمِيْرِى فَقَدْ عَصَانِى"۔ یعنی جس شخص نے میرے مقرر کئے ہوئے امیر کی اطاعت کی اس نے اس کی اطاعت نہیں کی بلکہ میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے گویا میری نافرمانی کی۔ اور جب آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ایسے امیر بھی ہو سکتے ہیں جو جابر ہوں۔ وہ اپنے حقوق تو ہم سے جبراً چھینیں لیکن ہمارے حقوق ہمیں نہ دیں تو اس صورت میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا "اَدُّوْا اِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ"۔ یعنی تم اس صورت میں بھی اپنے امیروں کے حقوق انہیں ادا کرو اور اپنے حقوق کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔

اور جب آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ایک امیر بے وقوف بھی ہو سکتا ہے جس کے بعض احکام جہالت پر مبنی ہوں تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ آپؐ نے فرمایا "اِسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِىٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ"۔ یعنی تم پھر بھی اس کی بات پر کان دھرو اور اس کا حکم مانو خواہ تم پر ایک ایسا حبشی غلام امیر مقرر کر دیا جائے جس کا سر انگور کے خشک دانے کی طرح چھوٹا ہو۔ البتہ آپؐ نے ایک کامل مصلح کی حیثیت میں ایک شرط ضرور لگائی ہے اور وہ یہ کہ اگر نعوذ باللہ کوئی امیر اپنے ماتحت لوگوں کو کوئی ایسا حکم دے جو صریح طور پر کسی قطعی اسلامی حکم کے خلاف ہو تو اس صورت میں اس کی اطاعت فرض نہیں رہتی۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں "اِلَّا اَنْ تَرَوا كُفْراً بَوَّاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ"۔ یعنی تم پر امیر کی اطاعت صرف اس صورت میں غیر واجب ہے کہ تم اس کے حکم میں کوئی کھلم کھلا کفر پاؤ اور اس کے متعلق تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی قطعی دلیل موجود ہو"۔

(جماعتی تربیت اور اس کے اصول صفحہ ۳۳،۳۴)

جب عام امیروں وغیرہ کے متعلق اطاعت بجا لانے کے اس قسم کے ارشادات نبوی ہیں تو خلافت کی شان کا خود اندازہ کیا جا سکتا ہے جو نبوت کا تتمہ ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: "مَاكَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ"۔ یعنی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوتی جس کے بعد خلافت نہ آتی ہو"۔

خلفاء کا مقام اور اطاعت

خلفاء کا مقام کیا ہے اور ان کی اطاعت کس رنگ میں ہونی چاہئے اس کے لئے خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ جمعہ سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور کچھ شرائط کی پابندی ان کے لئے لازمی ہوتی ہے جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے اور اس کے متعلق مَیں نے کہا تھا کہ ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور اس کی اطاعت کا اقرار کر چکے ہیں تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہئے

جن کے نتائج ساری جماعت پر آ کر پڑتے ہیں۔ کیونکہ پھر امام کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہتی۔ اگر ایک شخص اپنے طور پر دوسری قوموں سے لڑائی مول لے لیتا ہے اور ایسا فتنہ یا جوش پیدا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں ساری جماعت مجبور ہو جاتی ہے کہ اس لڑائی میں شامل ہو تو اس کے متعلق پھر یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس نے امام اور خلیفہ کے منصب کو چھین لیا اور خود امام اور خلیفہ بن بیٹھا اور وہ فیصلہ جس کا اجراء خلیفہ اور امام کے ہاتھوں سے ہونا چاہئے تھا خود ہی صادر کر دیا۔ اگر ہر شخص کو یہ اجازت ہو تو تم ہی بتاؤ پھر امن کہاں رہ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں جماعت کے نظام کی مثال اس ٹین کی سی ہوگی جو کتے کی دُم سے باندھ دیا جاتا ہے اور جدھر جاتا ہے ساتھ ساتھ ٹین بھی حرکت کرتا جاتا ہے۔ امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے دوستوں نے باوجود بیعت کر لینے کے بیعت کے مفہوم کو نہیں سمجھا۔......... مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ فتنہ وفساد کی نیت سے کوئی بات چھیڑ دیتے ہیں اور ہماری جماعت کے دوست فوراً اس کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں اور وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ دشمن کی تو غرض ہی یہ تھی کہ کوئی فتنہ و فساد پیدا کرے اور انہیں زیر الزام لائے ..... تو بعض دفعہ دشمن اس قسم کی چالاکی بھی کرتا ہے۔ سمجھنے والے تو بچ جاتے ہیں لیکن جو اندھا دھند کام کرنے والے ہیں وہ پھنس جاتے ہیں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے حکم دیا ہے کہ " اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ " کہ امام کو ہم نے تمہارے لئے ڈھال کے طور پر بنایا ہے اگر اس کے پیچھے ہو کر لڑو گے تو زخموں سے بچ جاؤ گے لیکن اگر آگے ہو کر حملہ کرو گے تو مارے جاؤ گے کیونکہ وہ خوب سمجھتا ہے کہ کیا حالات ہیں، کس وقت اعلان جنگ ہونا چاہئے اور کس وقت دشمن کے فریب سے بچنا چاہئے"۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۵/جون ۱۹۳۷ء)

مجلس شوریٰ کا قیام

جماعتی نظام کے لئے تیسرا اصل مجلس شوریٰ کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جماعت مومنین کے متعلق واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ﴿اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ کہ ان کے تمام اہم معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ کا ارشاد فرمایا ہے۔ جب یہ ارشاد حضرت خاتم النبیین ﷺ کے لئے ہوا تو آپؐ کے خلفاء راشدینؓ کے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی میں بدرجہ اولیٰ ہے۔ لہذا جماعتی نظام کے لئے خلفاء کے لئے مجلس شوریٰ کا قیام اظہر من الشمس ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ کیا رسول یا خلفاء مجلس شوریٰ کے مشورہ کے پابند ہیں تو اس کے متعلق قرآنی ارشاد ﴿فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ اور خود آنحضرت ﷺ کا عمل مشعل راہ ہے کہ وہ مشورہ پر عمل کرنے کے پابند نہیں ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"مَیں پھر ایک دفعہ اس سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اگر کوئی بات ماننی ہی نہیں تو مشورہ کا کیا فائدہ؟ یہ بہت چھوٹی سی بات ہے۔ ایک دماغ سوچتا ہے تو اس میں محدود باتیں آتی ہیں۔ اگر دو ہزار آدمی قرآن مجید کی آیات پر غور کر کے ایک مجلس میں معنی بیان کریں تو بعض غلط بھی ہونگے مگر اس میں بھی تو کوئی شبہ نہیں کہ اکثر درست بھی ہونگے۔ پس درست لے لئے جائیں گے اور غلط چھوڑ دئے جائیں گے۔ اسی طرح ایسے مشوروں میں جو امور صحیح ہونگے وہ لے لئے جائیں گے۔ ایک آدمی اتنی تجاویز نہیں سوچ سکتا۔ ایک وقت میں بہت سے آدمی ایک امر پر سوچیں گے تو انشاء اللہ کوئی مفید راہ نکل آئے گی"۔

"پھر مشورہ سے یہ بھی غرض ہے کہ تمہاری دماغی طاقتیں ضائع نہ ہوں بلکہ قومی کاموں میں مل کر غور کرنے اور سوچنے اور کام کرنے کی تم میں قابلیت پیدا ہو۔ پھر ایک اور بات ہے کہ اس قسم کے مشوروں سے آئندہ لوگ خلافت کے لئے تیار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر خلیفہ لوگوں سے مشورہ ہی نہ لے تو نتیجہ یہ نکلے کہ قوم میں کوئی دانا انسان ہی نہ رہے اور دوسرا خلیفہ احمق ہی ہو کیونکہ اسے کبھی کام کرنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ ہماری پچھلی حکومتوں میں یہی نقص تھا۔ شاہی خاندان کے لوگوں کو مشورہ میں شامل نہ کیا جاتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کے دماغ مشکلات حل کرنے کے عادی نہ ہوتے تھے اور حکومت رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی تھی۔ پس مشورہ لینے سے یہ بھی غرض ہے کہ قابل دماغوں کی رفتہ رفتہ تربیت ہو سکے تا کہ ایک وقت وہ کام سنبھال سکیں۔ جب لوگوں سے مشورہ لیا جاتا ہے تو لوگوں کو سوچنے کا موقعہ ملتا ہے اور اس سے ان کی استعدادوں میں ترقی ہوتی ہے۔ ایسے مشوروں میں یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی رائے کے چھوڑنے میں آسانی ہوتی ہے اور طبیعتوں میں ضد اور ہٹ نہیں پیدا ہوتی"۔ (منصب خلافت صفحہ ۴۹)

اسی سلسلہ میں یعنی خلیفہ کے مقام اور مجلس شوریٰ کی پوزیشن کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اور اقتباس آپ کے خطبہ جمعہ سے پیش کرنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"مجلس شوریٰ ہو یا صدر انجمن احمدیہ، خلیفہ کا مقام بہرحال دونوں کی سرداری کا ہے۔ انتظامی لحاظ سے وہ صدر انجمن احمدیہ کے لئے بھی رہنما ہے اور آئین سازی و بجٹ کی تعیین کے لحاظ سے وہ مجلس شوریٰ کے نمائندوں کے لئے بھی صدر اور رہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت کی فوج کے اگر دو حصے تسلیم کئے جائیں تو وہ اس کا بھی سردار ہے اور اس کا

بھی کمانڈر ہے۔ اور دونوں کے نقائص کا وہ ذمہ دار ہے اور دونوں کی اصلاح اس کے ذمہ واجب ہے۔ اس لحاظ سے اس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جب کبھی وہ اپنے خیال میں کسی حصہ میں کوئی نقص دیکھے تو اس کی اصلاح کرے..........“۔

”اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ﴾ ۔ دین کے معنے مذہب کے بھی ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے بھی دیکھ لو تو خلفاء اربعہ کا ہی مذہب دنیا میں قائم ہوا ہے۔ بے شک بعض علیحدہ فرقے بھی ہیں مگر وہ بہت اقلیت میں ہیں۔ اکثریت اس دین پر قائم ہے جسے خلفاء اربعہ نے پھیلایا ہے مگر دین کے معنی سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ اسے ہی دنیا میں قائم کرے گا۔ اور بوجہ اس کے کہ ان کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہے خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہو گی۔ بیشک بولنے والے وہ ہونگے، زبانیں انہی کی حرکت کریں گی، ہاتھ انہی کے چلیں گے اور پیچھے دماغ انہی کا کام کرے گا مگر دراصل ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ ہو گا۔ کبھی ان سے جزئیات میں غلطیاں ہو نگی، کبھی ان کے مشیر غلط مشورہ دیں گے، بعض دفعہ وہ اور ان کے مشیر دونوں غلطی کریں گے لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہیں ہی حاصل ہو گی۔ جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنیں گی وہ صحیح ہو گی اور ایسی مضبوط کہ کوئی اسے توڑ نہ سکے گا۔ پس اس لحاظ سے خلیفۂ وقت کا یہ فرض ہے کہ جس حصہ میں بھی اسے غلطی نظر آئے اس کی اصلاح کرے۔ جہاں اس کا یہ فرض ہے کہ منتظمین اور کارکنوں کی پوزیشن قائم رکھے وہاں یہ بھی ہے کہ جماعت کی عظمت اور اس کے مشورہ کے احترام کو بھی قائم رکھے۔ اگر جماعت کسی وقت کارکنوں کے حقوق پر حملہ کرے تو اس کا کام ہے کہ اسے پیچھے ہٹائے اور اگر کبھی کارکن جماعت کے حقوق دبانا چاہیں تو خلیفۂ وقت کا فرض ہے کہ انہیں روک دے“۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۲۷/اپریل ۱۹۳۸ء)

مرکز کا وجود

جماعتی نظام کے لئے ایک اور ضروری اصل مرکز کا وجود ہے جہاں خلیفۂ وقت کا قیام ہوتا ہے۔ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں:

”اس مرکز کے وجود سے جماعت گویا ایک کھونٹے سے بندھی رہتی ہے اور انتشار کے خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ اسی اصل کے ماتحت مکہ مکرمہ کا نام ام القریٰ رکھا گیا ہے یعنی وہ ایک ایسی بستی ہے جو دوسری بستیوں کے لئے بطور ماں کے ہے۔ اس نام میں یہ اصولی اشارہ کیا گیا ہے کہ مرکز کا وجود گویا ماں کی طرح ہوتا ہے جو بچوں کی خوراک اور اجتماع اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اگر کسی جماعت کا کوئی مرکز نہ ہو تو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح صرف ایک منتشر گلہ ہوتی ہے جسے جنگل کا کوئی درندہ ایک ہی حملہ میں بکھیر کر رکھ سکتا ہے۔ اور مرکز کے بغیر کسی جماعت کی تنظیم اور تربیت بھی ممکن نہیں ہوتی کیونکہ تنظیم اور تربیت کے لئے ایک ایسے مقام کا وجود ضروری ہوتا ہے جس کی طرف جماعت کے افراد بار بار لوٹ کر آئیں، اس کی برکات اور ہدایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کے ازلی ابدی مرکز کا دوسرا نام معاد رکھا ہے یعنی وہ بستی جس کی طرف مسلمان بار بار آتے ہیں اور اس سے روحانی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں قادیان کا نام بھی معاد رکھا گیا ہے کیونکہ جماعت کے لوگ اس کی طرف بار بار رجوع کر کے تربیت حاصل کرتے تھے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کریں گے اور جب تک قادیان کی واپسی نہیں ہوتی ربوہ قادیان کا قائم مقام ہے کیونکہ وہ اس وقت خلافت احمدیہ کا جائے قیام ہے۔ پس جماعت کا فرض ہے کہ وہ ربوہ میں بار بار آ کر مرکز کی برکات سے فائدہ اٹھائیں اور خلافت کے فیوض سے متمتع ہوں اور پھر مرکز کا وجود جماعتی اجتماعوں اور قومی منشوروں اور باہمی تعارف پیدا کرنے کا بھی ایک بھاری ذریعہ ہے جس کے بغیر جماعت کی تربیت ممکن نہیں اور آج کل تو ہمارا مرکز مرکزی دفاتر کا بھی صدر مقام ہے جس کی شاخیں ساری دنیا پر پھیلی ہوئی ہیں اور کوئی فردِ جماعت مرکزی دفاتر سے کٹا ہوا نہیں رہ سکتا کیونکہ تمام روحانی اور تنظیمی اور دفتری امور میں اسے لازماً مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے“۔

(جماعتی تربیت کے اصول)

جماعتی امور کی اطلاعیں

جماعتی نظام کے لئے ایک ہدایت قرآن کریم کی سورۃ توبہ کی اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ منافقوں کی ایک بدعملی کا ذکر فرماتا ہے ﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ﴾ اور ان میں سے بعض ایسے منافق بھی ہیں جو نبی کو دکھ دیتے اور کہتے ہیں تو کان ہی کان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق اپنے رسول اکرم کو فرماتا ہے ﴿قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ﴾ تو کہہ دے وہ تمہارے لئے بھلائی سننے کا کان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ آپ ”اُذُنٌ“ یا کان نہیں ہیں بلکہ فرمایا کہ وہ ”اُذن“ اور کان تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ نبی، خلیفہ اور امام وقت کے پاس جماعتی امور کے متعلق ہر قسم کی اطلاع ملتی رہنی چاہئے تاکہ وہ قابل اصلاح امور کی اصلاح کے متعلق مناسب ہدایات جاری فرماسکے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں انسان تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا۔ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں بھی بعض دفعہ لوگ آتے اور گھنٹوں آپ سے مخفی باتیں کرتے۔ قرآن کریم میں اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ”هُوَ اُذُنٌ“

که منافق کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کان ہی کان ہیں ہر وقت لوگ آتے اور انہیں رپورٹیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ تو رسول کریم ﷺ کو بھی کئی مخفی باتوں کا علم ہوا کرتا تھا۔ بیسیوں دفعہ ایسا ہوا۔ آپؐ فرماتے میرے پاس رپورٹ آئی ہے آج فلاں جگہ یہ کام ہو رہا ہے۔ تو امام کو وہ معلومات ہوتی ہیں جو اور لوگوں کو نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ جانتا ہے کہ فلاں کام جو ہو رہا ہے وہ کیوں ہو رہا ہے اور کس طرح ہو رہا ہے اور اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جماعت سے اس وقت لڑائی کرائی جائے جب لڑائی کا کوئی فائدہ ہو"۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۵/جون ۱۹۳۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (رحمہ اللہ) اس سلسلہ میں اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"اب مثلاً میرا علم جو ہے اس کا ایک حصہ ایک لحاظ سے دراصل آپ کا ہی علم ہے کیونکہ مجھے کراچی کی بیدار اور چوکس جماعت بھی اطلاع بھجوا رہی ہے، مجھے راولپنڈی کی بیدار اور چوکس جماعت بھی اطلاع بھجوا رہی ہے، مجھے پشاور کی بیدار اور ہوشیار جماعت بھی اطلاع دے رہی ہے۔ غرض ہر جماعت سے جہاں بھی جماعت قائم ہے وہاں سے مجھے اطلاع مل رہی ہے اور چونکہ میرا اور آپ کا وجود ایک ہی ہے اللہ کے فضل سے آپ میری آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ سے مَیں دیکھتا ہوں اور علم حاصل کرتا ہوں۔ آپ میرے کان ہیں جن کے ذریعہ سے مَیں سنتا ہوں اور حالات کی روش کو محسوس کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ کی فراست اور میری فراست دراصل ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں یا ایک ہی پیالے کے مختلف اطراف ہیں"۔

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۹ء)

دراصل یہ قرآنی آیت ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (النساء: ۸۴) کی عملی تفسیر ہی ہے جو Inteligentia کا تقرر عمل میں لایا جاتا ہے۔

لیکن ان رپورٹس کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جماعت مومنین کو ایک احتیاط بھی بتادی ہے۔ فرمایا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (الحجرات: ۷) اے مومنو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفی سے کسی قوم پر حملہ کر دو اور پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہو جاؤ۔

منافقین کی بد عملیوں سے آگاہی کی تلقین

جماعتی نظام کے لئے چھٹا اصل یا ہدایت منافقین کی بداعمالیوں سے آگاہ رہنے کی تلقین ہے جس کے متعلق قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث کی اکثر روایات میں ذکر ہوا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"منظم جماعتوں میں منافقوں کا گروہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ جب تنظیم نہ ہو تو منافقت کرنے کی ضرورت کم ہی ہوتی ہے۔ لیکن جب ایک جماعت منظم ہو تو اسے چھوڑنا کمزور دل لوگوں کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ ایک طرف تو اپنی جماعت سے بھی تعلق بنائے رکھتے ہیں اور دوسری طرف خفیہ خفیہ اس کے مخالفوں سے بھی ساز باز شروع کر لیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ چونکہ ایک منظم جماعت ہے اسے اس خطرہ کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ منافقوں کا وجود اس میں پایا جانا اس کی کمزوری کی علامت نہیں بلکہ اس کی تنظیم کا ثبوت ہے۔ ہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ منافقوں کی چالوں کو جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں سمجھے اور انہیں مدنظر رکھ کر منافقوں کو پہچانے اور ان سے وہی معاملہ کرے جو قرآن کریم نے تجویز کیا ہے اور ان کے ہتھکنڈوں میں نہ آئے کہ وہ شیطان کی طرح خیر خواہ بن کر ہی حملے کیا کرتے ہیں"۔

(تفسیر کبیر جلد اول جز اول صفحہ ۱۷۲)

دراصل اس قرآنی اصل کے ماتحت ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کے ہر فرد کو سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات اور ان کے ترجمہ کو زبانی یاد کر کے ہر وقت اپنے مدنظر رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ ان آیات میں منافقین کی تمام بڑی بڑی چالاکیوں کا ذکر آگیا ہے جن سے جماعت مومنین کو ہوشیار اور چوکس رہنا چاہئے۔

تقرر مبلّغین و مربّیان

جماعتی نظام کے لئے ساتواں اصل اصلاح و ارشاد کے لئے مبلغین اور مربیان کا تقرر ہے جو ایک طرف غیر مسلموں اور غیر از جماعت افراد تک پیغام حق پہنچانے کا کام کریں اور دوسری طرف افرادِ جماعت کو شرائع کی تعلیم دیں اور ان کی حکمت سے آگاہ کریں۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران: ۱۰۵) تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ ھود کی آیت ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارا بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح یہ فرض رکھا گیا ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کے ساتھ دوسرے مومنوں کی اصلاح کا بھی فکر کریں۔ ایک ادنیٰ غور سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ بغیر ایک کامل نظام کے اس حکم پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ایک مومن اپنے پاس کے مومن کو تو نصیحت کر سکتا ہے

لیکن سب دنیا کے مومنوں کو بغیر نظام کے کس طرح نصیحت کر سکتا ہے۔ صرف مکمل نظام کے ذریعہ انسان گھر بیٹھا سب مسلمانوں کی خبر رکھ سکتا ہے"۔

(تفسیر کبیر جلد سوم سورۃ هود صفحہ ۲۹۵)

مبلغین اور مربیان کے لئے عملی نمونہ پیش کرنے کی بھی تاکید قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾(سورۃ حم سجدہ آیت ۳۴)۔ اور اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہو گی جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور خود بھی اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

لیکن اس غلطی کے احتمال کی وجہ سے کہ جماعت مومنین اصلاح وارشاد کے کام کو مبلغین و مربیان کے خاص طبقہ تک محدود کر کے خود کو کلیۃً اس سے آزاد نہ سمجھ لے، شارع اسلام ﷺ فرماتے ہیں: "مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ"۔ یعنی جماعت مومنین کا جو شخص بھی کسی کو ناپسندیدہ اور خلاف شریعت فعل کا ارتکاب کرتے دیکھے تو خاموشی اختیار نہ کرے اور صرف اس خیال سے اپنے نفس کو تسلی نہ دے کہ اس کام کے لئے ایک جماعت مبلغین اور مربیان کی مقرر ہے بلکہ اسے چاہئے کہ اس ناپسندیدہ فعل کو اپنے ہاتھ سے بدل دے یعنی اس کے ارتکاب سے روکے۔ لیکن اگر اس کو ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اسے یہ طاقت بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اسے بڑا سمجھ کر اپنے دل ہی میں دعا کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے۔

باہمی اخوت

جماعتی نظام کے لئے آٹھواں اصل باہمی اخوت ہے۔ جس کے لئے ﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا﴾ (پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اگر کبھی آپس میں رنجش پیدا ہو جائے تو فوراً صلح کر لیا کرو) جیسی آیات قرآنی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور احادیث میں اس کے لئے تفصیلی احکام وارد ہوئے ہیں جن میں سے "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" (تم میں سے کوئی حقیقی مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے) "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (مسلمان سچا وہ ہے کہ دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ کی تکلف سے محفوظ رہیں)۔ "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَ لَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يَحْقِرُهٗ" (ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لہذا ایک کو دوسرے پر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ اسے بے مدد نہیں چھوڑنا چاہئے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھنا چاہئے) "مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهٖ" (وہ شخص ملعون ہے جو مومن کو نقصان پہنچائے یا اسے دھوکہ دے)۔ اور "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَحُدَّ النَّظَرَ اِلٰى اَخِيْهِ" (جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان لانے والا ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو گھور کے دیکھے) چند ایک پیش کئے جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد "تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِىْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى"۔ تو مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے میں، ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے سے جذبات عطوفت کے اظہار میں ایسا دیکھے گا جیسا کہ ایک جسم ہے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار ہو یا تکلیف میں ہو تو تمام جسم بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے)۔ اسلامی اخوت کا صحیح آئینہ دار ہے۔

جب جماعت مومنین ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر عمل پیرا ہو کر بُنْيَانٌ مَّرْصُوص کے مصداق ہو جاتی ہے تو مومنین ﴿اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی قومی سیرت کو اختیار کر لیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم باہمی اتفاق رکھو اور اجتماع کرو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔

مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی۔ ﴿كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ﴾ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں سے ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴۸)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے انعامی چیلنج

اکثر علمی اور دینی حلقوں کی طرف سے حضرت مسیح موعودؑ کی شدید مخالفت کی گئی اور آپؑ کی طرف سے تقسیم کئے جانے والے خزائن کو قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ حضورؑ نے اپنے علم کلام کی فوقیت کو اس طرح بھی ثابت کیا کہ مختلف مسائل پر انعامی چیلنجوں کا اعلان کیا مگر کسی کو انہیں قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ چیلنج گزشتہ سو سال سے قائم ہیں۔ ماہنامہ "انصار اللہ" کے مئی، تا اگست ۹۹ء کے شماروں میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انعامی چیلنج مکرم جاوید احمد جاوید صاحب نے اپنے مضمون میں بیان کئے ہیں۔

حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ جلد اول" میں فرقان مجید کی حقانیت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کے منکرین کو دس ہزار روپیہ کا انعامی چیلنج دیا کہ وہ آپؑ کے دلائل کے مقابلہ میں اپنی الہامی کتاب سے پانچواں حصہ ہی دلائل کا پیش کر دے یا آپؑ کے بیان کردہ دلائل کو ہی توڑ دے۔

حضورؑ نے "سرمہ چشم آریہ" کے دلائل کا رد لکھنے پر پانسو روپے کے انعامی چیلنج کا اعلان فرمایا۔ اسی طرح وید سے وصال الٰہی اور لذات روحانی ثابت کرنے پر سو روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

نیز کتاب "پرانی تحریریں" میں مسئلہ تناسخ کے بارہ میں حضورؑ کے دلائل وید سے اور اپنی عقل سے توڑنے والے کیلئے پانسو روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے توفی کے معنے قبض جسم ثابت کرنے والے کیلئے "ازالہ اوہام" میں ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ نیز توفی کے معنی مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ثابت کرنے والے کیلئے بھی ہزار روپے کے انعام کا اعلان فرمایا۔ نیز مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کیلئے بھی ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا اگر وہ ثابت کر دیں کہ الدجال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجال معہود کے کسی اور دجال کیلئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

حضورؑ نے "کرامات الصادقین" میں مولوی بٹالوی صاحب اور دیگر علماء کو عربی قصائد اور عربی تفسیر کا جواب لکھ سکنے پر ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ نیز اپنے قصائد اور تفسیر کے بالمقابل حضورؑ کے قصائد اور تفسیر میں غلطیوں پر فی غلطی پانچ روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

اسی طرح اپنی کتاب "نور الحق حصہ دوم" میں پادری عماد الدین اور شیخ محمد حسین بٹالوی کیلئے بالمقابل کتاب لکھنے پر پانچ ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ اسی کتاب میں پہلی تین راتوں کے چاند کو قمر ثابت کرنے پر ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان بھی فرمایا اور ماہ رمضان میں کسوف خسوف کا نشان کسی اور مدعی کے حق میں ثابت کرنے والے کیلئے بھی ایک ہزار روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے "انجام آتھم" میں عیسائیوں کے مقابل پر خدائی فیصلہ حضورؑ کے حق میں نہ ہونے کی صورت میں دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

پھر "سراج منیر" کے سرورق پر یسوعؑ کے نشان کو حضور علیہ السلام کے نشانوں سے قوت، ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان فرمایا۔

اور "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" میں سورۃ فاتحہ کے مقابل پر تورات اور انجیل میں خواص الوہیت ظاہر کرنے پر پانسو روپے انعام کا اعلان فرمایا اور فرمایا "اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو تو جس قدر ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اُن کی درخواست پر بڑھا دیں گے"۔

نیز "کتاب البریہ" میں حضرت سید الکونین ﷺ کے ادنیٰ غلام کے الہامات کے مقابل پر یسوعؑ کے کلمات سے ان کی خدائی ثابت کرنے والے کے لئے ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا اور اسی کتاب میں کسی حدیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت کرنے والے کیلئے بیس ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

حضورؑ نے "البلاغ۔ فریاد درد" میں ایسے شخص کیلئے ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا جو یہ ثابت کر دے کہ بدگوئی کی بنیاد حضورؑ کی طرف سے ڈالی گئی تھی۔

حضورؑ نے "روحانی خزائن" جلد ۱۵ میں توفی کے موت کے علاوہ کوئی اور معنے آنحضرت ﷺ کے الفاظ قدسیہ میں پیش کرنے والے کے لئے بھی پانسو روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

حضورؑ کی طرف سے جن علماء کو علمی مقابلوں کے چیلنج دیئے گئے ان میں مولوی عبد الحق غزنوی کو "تحفہ غزنویہ" میں ایک ہزار اور پیر صاحب گولڑہ کیلئے ایک اشتہار میں پچاس روپیہ کا اعلان فرمایا۔ اور "ضمیمہ تحفہ گولڑویہ" میں پانسو روپے کے انعامی چیلنج کا اعلان فرمایا۔

نیز "نزول المسیح" میں پیر مہر علی شاہ کو بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے بعد حضورؑ کی تفسیر میں غلطیاں نکالنے کی صورت میں پانچ روپیہ فی غلطی انعام دینے کا اعلان فرمایا اور پیر مہر علی شاہ اور علی حائری صاحب کیلئے انشاء پردازی اور نظم اور نثر میں مقابلہ کرنے پر ایک ایک سو روپے انعام کا اعلان فرمایا۔

"اعجاز احمدی" میں مولوی ثناء اللہ اور ان کے مددگاروں کیلئے بالمقابل قصیدہ اور اردو عبارت بنا کر شائع کرنے پر دس ہزار روپے انعام کا اعلان فرمایا اور "ضمیمہ نزول المسیح" میں مولوی ثناء اللہ کو قادیان آکر پیشگوئیوں کی پڑتال کرنے کی دعوت دی اور ہر جھوٹی ثابت ہونے والی پیشگوئی پر ایک ایک سو روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔

حضرت اقدسؑ نے اُس شخص کیلئے ہزار روپیہ انعام کا اعلان "نسیم دعوت" میں فرمایا جو برٹش انڈیا کے آریہ سماجیوں میں ایسے پانچ فیصد پنڈتوں کی

موجودگی ثابت کر دے جو چاروں وید سنسکرت میں جانتے ہوں۔ اسی طرح عرش کو قرآن کریم سے جسمانی اور مخلوق چیز ثابت کرنے والے آریہ کیلئے بھی ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر آریہ صاحبان قرآن شریف کی ایک بات کو ہی رد کر سکیں تو جو تاوان چاہیں ہم پر لگالیں۔

حضورؑ نے "تذکرۃ الشہادتین" میں اُس کیلئے ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ فرمایا جو اُس شخص کی پیشگوئیوں کو حضورؑ کی پیشگوئیوں کے مقابل پر صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کر سکے جس کا آسمان سے اترنا خیال کرتا ہے۔

پھر "ضمیمہ براہین احمدیہ" میں بیان کردہ قرائن میں توفی کے معنے سوائے موت کے ثابت کرنے والے کیلئے دوسو روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

اور "چشمہ معرفت" میں وید سے پرمیشر کا دائمی نجات دہندہ ثابت کرنے والے آریہ کیلئے ایک ہزار روپیہ اور وید کے رو سے پرمیشر کا وجود ثابت کرنے والے کیلئے دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

حضرت اقدسؑ نے "چشمہ معرفت" میں آریہ صاحبان کو اس شرط پر کہ اگر وہ وید میں سے خدا کی ہستی اور توحید کے ایسے دلائل دکھا دیں جو قرآن شریف نے لکھے ہیں، ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان فرمایا۔

حضورؑ نے اپنے رسالہ "سر الخلافہ" میں اس کتاب کا جواب دینے پر شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے علماء کو ستائیس روپیہ انعام دینے کا اعلان فرمایا۔ نیز اپنے ایک اشتہار میں ان کو اپنی کتب "نور الحق"، "کرامات الصادقین" اور "سر الخلافہ" کا جواب لکھنے پر انعام کا اعلان یہ فرمایا کہ آپکے عربی رسالہ کے مقابل پر میرے رسالہ میں جتنی غلطیاں زیادہ ہونگی فی غلطی ایک روپیہ آپ کو دیا جائے گا۔

"ضمیمہ انوار الاسلام" میں حضورؑ نے پادری عبداللہ آتھم کے لئے اس اقرار پر ایک ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان فرمایا کہ وہ عظمت اسلام سے خائف نہیں ہوا۔ پھر یہ انعام دو ہزار روپیہ کر دیا گیا کہ اگر آتھم مذکورہ اقرار کی جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھالے۔ پھر تین ہزار روپیہ انعام کا بھی اعلان فرمایا اور پھر چار ہزار روپیہ انعام کا بھی اعلان فرمایا لیکن آتھم کو یہ قسم کھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضورؑ نے اپنی کتاب "ضیاء الحق" میں آریہ یا دیگر مخالفین کیلئے عربی زبان کے مقابل سنسکرت کی خوبیاں ثابت کرنے پر پانچ ہزار روپیہ انعام کا اعلان فرمایا۔

نیز اپنی کتاب "انجام آتھم" میں عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دیتے ہوئے دو ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان بھی فرمایا۔

....

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے سورۃ فاتحہ کے حقائق و معارف کے مقابل پر عیسائی دنیا کو دیئے جانے والے پانسو روپے کے چیلنج کو آج تک کسی نے قبول کرنے کی جرأت نہیں کی۔ تاہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۱۹۶۶ء میں اس چیلنج کو دہراتے ہوئے اسکی انعامی رقم میں سوگنا اضافہ کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔

اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی طرف سے جو توفی کے لفظ کے بجز وفات اور قبض روح کے کسی اور معانی میں استعمال کو قرآن، حدیث یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے ثابت کرنے والے کیلئے ایک ہزار روپیہ انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۹۴ء کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں یہ چیلنج دہراتے ہوئے انعامی رقم ایک کروڑ روپیہ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:-

"مَیں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مل کر اگر مسیح کو اتار دو صدی سے پہلے پہلے، تو مَیں تم میں سے ہر ایک کو کروڑ روپیہ دوں گا ...... جماعت احمدیہ کے خزانے ختم نہیں ہوں گے اور تمہیں کروڑ کروڑ کی تھیلیاں عطا کرتے جائیں گے مگر تمہارے نصیب میں آسمان سے ایک کوڑی کا بھی فیض نہیں"۔

بقیہ صفحہ ۲۸

سلسلہ کے اخبارات کے خریدار بن گئے ہیں۔ اب انہیں کوئی شکوہ نہیں رہا۔ قبلہ شیخ صاحب سلسلہ کے تمام پرچوں کا مطالعہ فرض سمجھ کر کرتے تھے۔ اتنا بالاستیعاب مطالعہ یا تو مولانا دوست محمد شاہد کرتے ہیں یا شیخ صاحب کرتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر نگاہ رہتی تھی۔

اللہ تعالیٰ اس مخلص خادم سلسلہ کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے آمین۔ بزرگ ایک ایک کر کے اٹھتے جارہے ہیں۔ یہ شعر ہر چند کہ اب کلیشے بن کر رہ گیا ہے مگر ہے مناسب حال کہ " جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں۔ کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبلہ شیخ مبارک احمد

پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی

قبلہ شیخ مبارک احمد صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نامور مبشرین میں سے تھے۔ لمبے عرصہ تک انہیں دنیا کے مختلف ممالک میں خدمت دین کی توفیق ملی۔ نہایت بزرگ، تقویٰ شعار اور دعا گو وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے۔ آمین۔ امریکہ میں فوت ہوئے اور ربوہ میں دفن ہوئے۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

شیخ صاحب کا سارا خاندان ہی مخلص اور دیندار خاندان ہے۔ ہم نے ان کے چھوٹے بھائی اور اپنے بے تکلف دوست مولانا شیخ نور احمد صاحب منیر کے ذکر خیر میں جو مضمون لکھا اس میں تفصیل سے بیان کیا تھا کہ ان کے والد گرامی محترم شیخ محمد دین صاحب انجمن کے مختار عام تھے اور اپنے بچوں کے وقف زندگی پر بہت نازاں اور مفتخر تھے۔ ایک بار شیخ مبارک احمد صاحب، جو اس وقت شاید مشرقی افریقہ میں تبلیغ سے واپس آئے تھے ان کے دفتر میں اپنے ابا کو ملنے کو حاضر ہوئے تو شیخ صاحب ان کے اعزاز میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہمیں بڑے شیخ صاحب کی یہ ادا بہت اچھی لگی۔ واقف زندگی بیٹے کا اتنا اعزاز اور اکرام۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی اپنے بیٹوں میں سے صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کا دوسروں سے کہیں بڑھ کر اکرام روا رکھتے تھے اور صرف اس لئے کہ ان کے صاحبزادوں میں سے وہ واحد واقف زندگی تھے۔ شیخ مبارک احمد صاحب کی شہرت اس وقت اقصائے عالم میں پھیل گئی جب آپ نے امریکن مشنری ڈاکٹر بلی گراہم کو چیلنج دے کر بھگا دیا۔ ہوا یوں کہ ڈاکٹر بلی گراہم مشرقی افریقہ میں دورہ کرتے پھرتے تھے اور یسوع مسیح کے " معجزات " کے نمونہ کے طور پر بیماروں کو " شفا " دیتے پھرتے تھے۔ محترم شیخ صاحب نے انہیں چیلنج دیا کہ آپ مسیح ناصری کی نمائندگی کر رہے ہیں میں مسیح محمدی کا ادنیٰ غلام ہوں آئیے ہم چند لاعلاج مریض اکٹھے کر لیں اور دعا کریں۔ دنیا دیکھ لے گی کہ کس مسیح کا فیضان انہیں اچھا کر دیتا ہے۔ مگر ڈاکٹر بلیگراہم کہاں ٹھیرتے؟ حیلوں بہانوں سے بھاگ لئے۔ اس کا مشرقی افریقہ میں تو چرچا ہوا سو ہوا امریکہ کے اخبارات نے بھی انہیں بہت سخت سست کہا کہ ایسا ہی دعویٰ تھا تو اسلام کے مبشر کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر میدان میں کیوں نہ اترے؟ ڈاکٹر بلی گراہم امریکہ کے مختلف صدور کے چہیتے مشنری تھے اس لئے کوئی کہاں تک ان کے منہ آتا مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ اب میدان مسیح محمدی کا ہے کوئی مصنوعی خدا کسی کے آڑے نہیں آسکتا۔

شیخ صاحب بڑے وضع دار آدمی تھے ہم نے انہیں شیروانی پگڑی اور چھڑی کے بغیر نہیں دیکھا۔ صبح کی سیر کے وقت بھی صاف ستھرے لباس میں نظر آتے تھے۔ چلتے میں باتیں کرتا ہم نے انہیں بہت کم دیکھا حالانکہ بعض بزرگوں کو ہم نے صبح کی سیر کے دوران بھی مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے اور بحث کرتے پایا تھا۔ قبلہ مولانا ابو العطا صاحب اور قبلہ صوفی بشارت الرحمن صاحب کے سیر کے دوران کے مباحثے تو دور دور تک سنائی دیتے تھے۔ شیخ صاحب شاید خاموشی سے ذکر الٰہی کرتے رہتے ہوں گے۔ اپنی اپنی عادت کی بات ہے۔ ہمارے دوست چوہدری حمید اللہ صاحب بھی سیر کے لئے دور دور نکل جاتے ہیں مگر خاموشی کے ساتھ ایسے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔ ہم بھی خاموشی کے ساتھ سیر کے عادی ہیں بلکہ کسی کی معیت میں سیر کے لئے نکلنا ہمیں بہت کھلتا ہے۔ انسان تنہا ہو تو غالب کے لفظوں میں " بجائے خود ایک محشر خیال " ہوتا ہے۔ اب تو نفسیات دان بھی کہنے لگے ہیں کہ انسان کو اپنے دن کا کچھ وقت خود اپنی

م صحبت میں گذارنا چاہیئے۔ بات قبلہ شیخ صاحب کی سیر کی تھی یعنی انہیں صبح کی سیر کی عادت تھی بڑھاپے میں خدا معلوم کیا کرتے تھے مگر ہمارا اور ان کا سیر کے دوران سامنا ہوا تو ہم نے انہیں تنہا روی کرتے پایا۔

پچھلے دنوں یہاں اپسالا یونیورسٹی کے دینیات کے شعبہ نے ایک کتاب چھاپی ہے "افریقہ میں اسلام" کے موضوع پر۔ اس میں جماعت احمدیہ کی افریقہ میں تبلیغ اسلام کی مساعی کا ذکر تو ہے شیخ مبارک احمد صاحب کے سواحیلی ترجمہ قرآن کا بھی بڑے اچھے لفظوں میں ذکر ہے اور اس بات کا خاص طور سے ذکر ہے کہ ایک غیر ملکی نے سواحیلی زبان پر اتنا عبور حاصل کر لیا کہ اس زبان میں پہلی بار قرآن حکیم کا مستند ترجمہ شائع کر دیا۔ کچھ اور تنظیموں نے بھی ترجمہ کیا ہے مگر شیخ صاحب کے ترجمے کو اولیت اور استناد کا جو اعزاز حاصل ہے وہ اپنی جگہ قائم ہے۔ ہم نے ایک مختصر سے مضمون میں اس خدمت کا تذکرہ قلمبند کر کے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ یہ مضمون پہلے پہل امریکہ کے احمدیہ گزٹ میں شائع ہوا۔ قبلہ شیخ صاحب نے بہت دعاؤں بھرا خط لکھا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کتاب کا اصل حوالہ بھی تاریخ احمدیت والوں کی خدمت میں بھیج دیں چنانچہ ہم نے اس ارشاد کی تعمیل کر دی۔ یعنی شیخ صاحب کے سواحیلی ترجمہء قرآن کا جادو سر چڑھ کر بولا اور دوسروں کو مدتوں بعد بھی اس کی اہمیت سے انکار کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

شیخ صاحب قبلہ کا اکلوتا بیٹا عزیزی شیخ منور احمد ہمارا شاگرد تھا۔ اس کا دو چار برس پہلے جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ ہم نے شیخ صاحب کو تعزیت کے لئے امریکہ فون کیا نہایت اعلیٰ مومنانہ صبر کا نمونہ شیخ صاحب نے دکھایا اور فون پر ایسے اطمینان سے باتیں کرتے رہے جیسے ایک مومن کو کرنی چاہئیں۔ دوبار انا للله و انا الیہ راجعون پڑھ اور بس۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت حوصلہ اور صبر عطا کیا۔

شیخ صاحب کو الفضل ربوہ والوں کے قول کے مطابق چار بر اعظموں میں خدمت کی توفیق ملی۔ یعنی افریقہ میں بھی رہے یورپ میں بھی رہے ایشیا میں بھی ارشاد کا کام کرتے رہے اور پھر امریکہ میں مبلغ انچارج کے طور پر برسوں خدمت کی توفیق پائی۔ اب ظاہراً ریٹائرڈ تھے مگر عملاً جماعت کے ہر کام میں مستعد تھے اور کسی بھی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ چند برس پہلے کینیڈا کے جلسہ سالانہ پر ایک سیشن کی صدارت کے بعد ہمیں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا بہت خوش تھے کہ کسی نہ کسی رنگ میں خدمت کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ حضرت اباجی کا ذکر کرتے رہے۔ انہی دنوں کسی نے قادیان سے عزیزی نسیم مہدی کو جامعہ کے اس گروپ کی تصویر بھیجی تھی جس میں اباجیؒ کا سارا گروپ تھا حضرت شیخ صاحب، حضرت مولوی محمد شریف صاحب فلسطینی اور بہت سے احباب۔ شیخ صاحب اس گروپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اتفاق ایسا تھا کہ اس سارے گروپ میں سے صرف شیخ صاحب بفضلہ تعالیٰ حیات تھے اس لئے مرحوم دوستوں کو یاد کرتے رہے اور ان کا ذکر خیر کرتے رہے۔

کئی بار ایسا ہوا کہ ہمارا کوئی مضمون سلسلہ کے کسی اخبار میں چھپا تو شیخ صاحب نے ٹیلیفون پر یا عند الملاقات اس کا ذکر ضرور کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سلسلہ کے اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تھے اور اپنے خوردوں کی حوصلہ افزائی کرنا اپنا فرض جانتے تھے۔ اس کے بر عکس ہمارے سکول کے ایک ہم جماعت برسوں بعد ہمیں ملے سرزنش کرتے ہوئے فرمانے لگے دیکھو تمہیں اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا ملکہ عطا فرمایا ہے تم سلسلہ کے پرچوں میں لکھتے کیوں نہیں؟ ہم نے حیرت سے ان کے منہ کی طرف دیکھا اور پوچھا آپ سلسلہ کا کون سا پرچہ خریدتے ہیں؟ کہنے لگے کوئی سا بھی نہیں۔ ہم نے صرف اتنا کہا کہ آپ کی کثرت مطالعہ کا علم تو ہمیں ہو گیا اب آپ از راہ کرم سلسلہ کا کوئی ایک پرچہ خریدنا شروع کر دیں کہیں نہ کہیں ہمارا کوئی مضمون آپ کی نظر سے گذر جائے گا۔ اس جوابی حملہ کا فائدہ یہ ہوا کہ اب وہ صاحب

باقی صفحہ ۲۶ پر